وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ

اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو بیشک جی تو سکھلاتا ہے بُرائی مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے

اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ

بیشک میرا رب بخشنے والا ہے مہربان ف۱ اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اُسکو میرے پاس میں خالص کر رکھوں

لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾

اُسکو اپنے کام میں ف۲ پھر جب بات چیت کی اُس سے، کہا واقعی تُو نے آج سے ہمارے پاس جگہ پائی معتبر ہو کر ف۳

قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰي خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ

یوسف نے کہا مجھ کو مقرر کر ملک کے خزانوں پر میں نگہبان ہوں خوب جاننے والا ف۴ اور یوں

مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاۗءُ ۭ نُصِيْبُ

قدرت دی ہم نے یوسف کو اُس زمین میں جگہ پکڑتا تھا اس میں جہاں چاہتا ف۵ پہنچا دیتے ہیں ہم

بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاۗءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ

رحمت اپنی جس کو چاہیں اور ضائع نہیں کرتے ہم بدلہ بھلائی والوں کا اور ثواب آخرت کا

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَجَاۗءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ

بہتر ہے اُن کو جو ایمان لائے اور رہے پرہیزگاری میں ف۶ اور آئے بھائی یوسف کے

فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

پھر داخل ہوئے اُسکے پاس تو اُس نے پہچان لیا اُن کو، اور وہ نہیں پہچانتے ف۷ اور جب تیار کر دیا اُنکو

بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّىْٓ

اُن کا اسباب کہا لے آئیو میرے پاس ایک بھائی جو تمہارا ہے باپ کی طرف کا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں

اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ

پورا دیتا ہوں ماپ اور خوب طرح اُتارتا ہوں مہمانوں کو ف۸ پھر اگر اُسکو نہ لائے میرے پاس تو تمہارے لئے بھرتی

لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا

نہیں میرے نزدیک اور میرے پاس نہ آئیو ف۹ بولے ہم خواہش کرینگے اُس کے باپ سے اور ہم کو

الربع ۳/۴ ع ۷

ف۱ چونکہ حضرت یوسف نے اپنی براءت پر بہت زیادہ زور دیا۔ ممکن تھا کوئی سطحی آدمی اس سے فخر و ناز اور غرور و اعجاب کا شبہ کرنے لگتا اس لئے اپنی نزاہت کی حقیقت کھول دی کہ میں کوئی شیخی نہیں مارتا نہ پاک صاف رہنے میں اپنے نفس پر بھروسہ کر سکتا ہوں محض خدا کی رحمت و اعانت ہے جو کسی نفس کو بُرائی سے روک سکتی ہے۔ یہی رحمت خصوصی عصمت انبیاء علیہم السلام کی کفیل و ضامن ہے ورنہ نفس انسانی کا کام عموماً بُرائی کی ترغیب دینا تھا۔ خدا تعالیٰ کی خصوصی توفیق و دستگیری نہ ہوتی تو میرا نفس بھی دوسرے نفوس بشریہ کی طرح ہوتا۔ "اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" سے اشارہ کر دیا، کہ نفس امارہ جب توبہ کر کے "لوامہ" بن جائے تو خدا اُسکی پچھلی تقصیرات معاف فرما دیتا ہے۔ بلکہ رفتہ رفتہ اپنی مہربانی سے "نفس مطمئنہ" کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے (تنبیہ) حافظ ابن تیمیہؒ اور ابن کثیرؒ وغیرہ نے "ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ" سے "غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" تک زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے یعنی زلیخا نے "اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ" کا اقرار کر کے کہا کہ اس اقرار و اعتراف سے عزیز کو یہ معلوم کرانا ہے کہ میں نے اُسکی پیٹھ پیچھے کوئی بڑی خیانت نہیں کی۔ بیشک یوسفؑ کو پھسلانا چاہا تھا مگر میری مُراودت اُن پر کارگر نہیں ہوئی۔ اگر میں نے مزید خیانت کی ہوتی تو ضرور اُس کا پردہ فاش ہو کر رہتا۔ کیونکہ خدا خائنوں کے مکر و فریب کو چلنے نہیں دیتا۔ ہاں میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی، جتنی غلطی مجھ سے ہوئی اُس کا اقرار کر رہی ہوں۔ دوسرے آدمیوں کی طرح نفس کی شرارتوں سے میں بھی پاک نہیں۔ اُن سے تو یوسفؑ جیسا پاکباز انسان ہی محفوظ رہ سکتا ہے جس پر خدا کی خاص مہربانی اور رحمت ہے۔ ابو حیان نے بھی اس کو زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے۔ لیکن "لِيَعْلَمَ" اور "لَمْ اَخُنْهُ" کی ضمیریں بجائے عزیز کے یوسف کی طرف راجع کی ہیں۔ یعنی اپنی خطا کا صاف اقرار اس لئے کرتی ہوں کہ یوسف کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اُس کی عدم موجودگی میں کوئی غلط بات نہیں کہی نہ اپنے جُرم کو اُن کی طرف منسوب کیا۔ واللہ اعلم۔

ف۲ یعنی میرا مشیر خاص رہے گا۔

ف۳ کچھ پہلے سے معتقد ہو چکا تھا۔ بالمشافہ باتیں سُن کر بالکل ہی گرویدہ ہو گیا اور حکم دیدیا کہ آج سے آپ ہمارے پاس نہایت معزز و معتبر ہو کر رہینگے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اب عزیز کا علاقہ موقوف کیا اپنی صحبت میں رکھا"۔

ف۴ یعنی دولت کی حفاظت بھی پوری کرونگا اور اُسکی آمد و خرچ کے ذرائع اور حساب و کتاب سے خوب واقف ہوں یوسفؑ نے خود درخواست کر کے مالیات کا کام اپنے سر لیا۔ تا اس ذریعہ سے عامۂ خلائق کو پورا نفع پہنچا سکیں۔ خصوصاً آنیوالے خوفناک قحط میں نہایت خوش انتظامی سے مخلوق کی خبرگیری اور حکومت کی مالی حالت کو مضبوط رکھ سکیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا کی عقل بھی کامل رکھتے ہیں۔ اور یہ کہ ہمدردیٔ خلائق کے لئے مالیات کے قصوں میں پڑنا شانِ نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں سمجھتے۔ نیز ایک آدمی اگر نیک نیتی سے یہ سمجھے کہ فلاں منصب کا میں اہل ہوں اور دوسروں سے یہ کام اچھی طرح بن نہ پڑیگا تو مسلمانوں کی خیر طلبی اور نفع رسانی کی غرض سے اُسکی خواہش یا درخواست کر سکتا ہے اور اگر حسبِ ضرورت اپنے بعض خصال حسنہ اور اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کرنا پڑے تو یہ ناجائز مدح سرائی میں داخل نہیں۔ عبدالرحمٰن بن سَمُرۃ کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص از خود امارت طلب کرے تو اُس کا بار اسی کے کندھوں پر ڈال دیا جاتا ہے (غیبی اعانت مددگار نہیں ہوتی) یہ اُس وقت ہے جب طلب کرنا محض نفس پروری اور جاہ پسندی وغیرہ اغراض کی بناء پر ہو۔ واللہ اعلم۔

ف۵ جہاں چاہتے اُترتے اور جو چاہتے تصرّف کرتے۔ گویا ریان بن الولید برائے نام بادشاہ تھا حقیقت میں یوسفؑ بادشاہی کر رہے تھے۔ اور "عزیز" کہہ کر پکارے جاتے تھے۔ جیسا کہ آگے آئیگا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بادشاہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ نیز اسی زمانہ میں عزیزِ مصر کا انتقال ہوا تو اس کی عورت زلیخا نے آپ سے شادی کر لی۔ واللہ اعلم۔ محدثین اس پر اعتماد نہیں کرتے۔

ف۶ جو بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے خدا اُسکو دنیا میں بھی میٹھا پھل دیتا ہے۔ خواہ ثروت و حکومت یا لذتِ عیش، حیاتِ طیبہ، اور غنائے قلبی۔ حضرت یوسف کو یہ سب چیزیں عنایت فرمائیں۔ رہا آخرت کا اجر، سو وہ ایک ایماندار و پرہیزگار کے لئے دنیا کے اجر سے کہیں بہتر ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ جواب ہوا اُن کے سوال کا کہ اولادِ ابراہیم اس طرح "شام" سے آئی مصر میں اور بیان ہوا کہ بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو گھر سے دُور پھینکا تا ذلیل ہو۔ اللہ نے عزّت دی۔ اور مُلک پر اختیار دیا۔ ایسا ہی ہوا ہمارے حضرت کو"۔

ف۷ موضح القرآن میں ہے "جب حضرت یوسف مُلک "مصر" پر مختار ہوئے خواب کے موافق سات برس خوب آبادی کی اور مُلک کا اناج بھرتے گئے۔ پھر سات برس کے قحط میں ایک بھاؤ میانہ باندھ کر بکوایا اپنے مُلک والوں کو اور پردیسیوں کو سب کو برابر مگر پردیسی کو ایک اُونٹ سے زیادہ نہ دیتے تھے۔ اس میں خلق بچی قحط سے اور خزانہ بادشاہ کا بھر گیا۔ ہر طرف خبر تھی کہ مصر میں اناج سستا ہے اُن کے بھائی خریدنے کی غرض سے آئے"۔ اُن کے تن و توش، ہیئات، وضع قطع میں چنداں تغیر نہ ہوا تھا۔ ادھر حضرت یوسفؑ برابر اپنے باپ بھائیوں کا تفقد کرتے رہے ہونگے اور وہاں پہنچنے پر اُن کا نام و نشان بھی دریافت کر لیا ہو گا جیسا کہ سلاطین و اعیان سے ملاقات کرنے میں عموماً ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض تفاسیر میں ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنا نام و نسب وغیرہ بیان کیا۔ ہاں یوسف علیہ السلام جُدائی کے وقت چونکہ بہت چھوٹے تھے اور بھائیوں کو پہلے سے ادھر خیال بھی نہ تھا، نہ بادشاہوں کے یہاں عام آدمیوں کی یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ اُن کا نام و نسب وغیرہ دریافت کریں۔ اس لئے وہ یوسف کو

(باقی صفحہ ۳۲۲)

لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ
یہ کام کرنا ہے ف۱ اور کہدیا اپنے خدمتگاروں کو رکھ دو اُن کی پونجی اُن کے اسباب میں شاید

يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا
اُس کو پہچانیں جب پھر کر پہنچیں اپنے گھر شاید وہ پھر آجائیں ف۲ پھر جب پہنچے

اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا
اپنے باپ کے پاس بولے اے باپ روک دی گئی ہم سے بھرتی سو بھیج ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو

نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ
کہ بھرتی لے آئیں، اور ہم اُسکے نگہبان ہیں ف۳ کہا میں کیا اعتبار کروں تمہارا اس پر مگر وہی جیسا اعتبار کیا تھا

عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا
اُس کے بھائی پر اس سے پہلے، سو اللہ بہتر ہے نگہبان، اور وہی ہے سب مہربانوں سے مہربان ف۴ اور جب

فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا
کھولی اپنی چیز بست پائی اپنی پونجی کہ پھیر دی گئی اُنکی طرف، بولے اے باپ

مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا
ہم کو اور کیا چاہیئے، یہ پونجی ہماری پھیر دی ہے ہم کو اب جائیں تو رسد لائیں ہم اپنے گھر کو اور خبرداری کرینگے اپنے بھائی کی

وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ
اور زیادہ لیویں بھرتی ایک اُونٹ کی ف۵ وہ بھرتی آسان ہے ف۶ کہا ہرگز نہ بھیجونگا اُس کو تمہارے ساتھ

حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ
یہاں تک کہ دو مجھ کو عہد خدا کا کہ البتہ پہنچا دوگے اُسکو میرے پاس، مگر یہ کہ گھیرے جاؤ تم سب

فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ
پھر جب دیا اُسکو سب نے عہد بولا اللہ ہماری باتوں پر نگہبان ہے ف۷ اور کہا اے بیٹو

لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ
نہ داخل ہونا ایک دروازہ سے اور داخل ہونا کئی دروازوں سے جُدا جُدا اور میں نہیں

بقیہ فوائد صفحہ ۳۲۱ - نہ پہچان سکے۔ **ف۸** حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کی خوب مُدارات اور مہمانداری کی - ایک ایک اُونٹ فی کس غلّہ دیا - یہ خاص مہربانی اور اخلاق دیکھ کر کہتے ہیں انہوں نے درخواست کی کہ ہمارے ایک علاتی بھائی (بنیامین) کو بوڑھے غمزدہ باپ نے تسکین خاطر کے لئے اپنے پاس روک لیا ہے کیونکہ اُس کا دوسرا عینی بھائی (یوسف) جو باپ کو بیحد محبوب تھا مُدّت ہوئی کہیں جنگل میں ہلاک ہو چکا ہے - اگر بنیامین کے حصّہ کا غلّہ بھی ہم کو مرحمت فرمائیں تو بڑی نوازش ہوگی - یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح غائب کا حصّہ دینا خلاف قاعدہ ہے تم پھر آؤ تو بنیامین کو ساتھ لاؤ تب اُس کا حصّہ پاسکوگے - میرے اخلاق اور مہمان نوازی کو تم خود مشاہدہ کر چکے ہو، کیا اسکے بعد تمہیں اپنے چھوٹے بھائی کے لانے میں کچھ تردّد ہو سکتا ہے؟

ف۹ یعنی نہ لائے تو سمجھا جائیگا کہ تم جھوٹ بول کر اور دھوکہ دے کر خلاف قاعدہ ایک اونٹ زیادہ لینا چاہتے تھے - اُس کی سزا یہ ہوگی کہ آئندہ خود تمہارا حصّہ بھی سوخت ہو جائیگا - بلکہ میرے پاس یا میرے قلمرو میں آنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ یعنی گو باپ سے اُس کا جُدا کرنا سخت مشکل ہے، تاہم ہماری یہ کوشش ہوگی کہ باپ کو کسی تدبیر سے راضی کرلیں - اُمید ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر رہینگے۔

ف۲ یعنی جو پونجی دے کر غلہ خرید ا تھا، حکم دیا کہ وہ بھی خفیہ طور پر اُن کے اسباب میں رکھ دو تا گھر پہنچ کر جب اسباب کھولیں اور دیکھیں کہ غلّہ کے ساتھ قیمت بھی واپس دیدی گئی تو دوبارہ ادھر آنے کی ترغیب مزید ہو کہ ایسے کریم بادشاہ کہاں ملتے ہیں - اور ممکن ہے قیمت نہ موجود ہونے کی بنا پر دوبارہ آنے سے مجبور ہیں اس لئے قیمت واپس کر دی - بعض نے کہا کہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے قیمت لینا مُروّت و کرم کے خلاف سمجھا۔

ف۳ یعنی یُوسف کی طرح اس کے متعلق کچھ تردّد نہ کیجئے - اب ہم چوکنے ہو گئے ہیں پوری طرح حفاظت کرینگے۔

ف۴ یعنی یہ ہی الفاظ "وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" تم نے یوسف کو ساتھ لے جاتے وقت کہے تھے - پھر تمہارے وعدہ پر کیا اعتبار ہو - ہاں اس وقت ضرورت شدید ہے جس سے اغماض نہیں کیا جا سکتا - اس لئے تمہارے ساتھ بھیجنا ناگزیر معلوم ہوتا ہے - سو میں اُس کو خدا کی حفاظت میں دیتا ہوں - وہ ہی اپنی مہربانی سے اُس کی حفاظت کریگا - اور مجھ کو یوسف کی جدائی کے بعد دوسری مصیبت سے بچائیگا۔

ف۵ یعنی بنیامین کا حِصّہ۔

ف۶ یعنی ایسی آسان بھرتی کو چھوڑنا نہیں چاہیئے جس طرح ہو بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیجدیجئے - بعض نے "ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ" کا اشارہ پہلے جو غلّہ لائے تھے اُس کی طرف کیا ہے اور "یسیر" کو بمعنی قلیل لیا ہے - یعنی جو پہلے لائے ہیں وہ حاجت کے اعتبار سے تھوڑا ہے - قحط کے زمانہ میں کہاں تک کام دیگا - لہٰذا ضروری ہے کہ جس طرح بن پڑے ہم دوبارہ جائیں اور سب کا حصّہ لے کر آئیں۔

ف۷ یعنی اگر تقدیر الٰہی سے کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جس میں تم سب گھر جاؤ اور نکلنے کی کوئی سبیل نہ رہے تب تو میں کیا کہہ سکتا ہوں - ہاں اپنے مقدور اور زندگی بھر بنیامین کی حفاظت میں کوتاہی نہ کروگے - یہ پختہ عہد و پیمان اور قسمیں لے کر زیادہ تاکید و اہتمام کے طور پر فرمایا "اَللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ" یعنی جو کچھ عہد و پیمان ہم اس وقت کر رہے ہیں وہ سب خدا کے سپرد ہیں - اگر کسی نے خیانت اور بدعہدی کی وہ ہی سزا دیگا، یا یہ کہ قول و قرار تو اپنے مقدور کے موافق پختہ کر رہے ہیں لیکن ان باتوں سے جو مقصد اصلی ہے وہ خدا کی حفاظت و نگہبانی سے ہی پورا ہو سکتا ہے - خدا نہ چاہے تو سارے اسباب و تدابیر رکھی رہ جائیں، کچھ نہ ہو - حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ظاہری اسباب بھی پختہ کرلئے اور بھروسہ اللہ پر رکھا - یہی حکم ہے ہر کسی کو"۔

اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ

بچا سکتا تم کو اللہ کی کسی بات سے حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے اُسی پر مجھ کو بھروسہ ہے

وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ

اور اُسی پر بھروسہ چاہیئے بھروسہ کرنیوالوں کو ف۱ اور جب داخل ہوئے جہاں سے کہا تھا

اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ

اُنکے باپ نے ف۲ کچھ نہ بچا سکتا تھا اُن کو اللہ کی کسی بات سے مگر ایک خواہش تھی یعقوب کے

یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

جی میں سو پوری کر چکا، اور وہ تو خبردار تھا جو کچھ ہم نے اُسکو سکھایا، لیکن بہت لوگوں کو

لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ ع وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ

خبر نہیں ف۳ اور جب داخل ہوئے یوسف کے پاس اپنے پاس رکھا اپنے بھائی کو، کہا تحقیق میں ہوں

اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ

بھائی تیرا سو غمگین مت ہو اُن کاموں سے جو انہوں نے کئے ہیں ف۴ پھر جب تیار کر دیا اُنکے واسطے اسباب اُنکا

جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ

رکھ دیا پینے کا پیالہ اسباب میں اپنے بھائی کے پھر پکارا پکارنے والے نے اے قافلہ والو

اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾

تم تو البتہ چور ہو ف۵ کہنے لگے منہ کر کے اُن کی طرف تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ف۶

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّاَنَا بِهٖ

بولے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا پیمانہ اور جو کوئی اُس کو لائے اُسکو ملے ایک بوجھ اونٹ کا، اور میں ہوں

زَعِیْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ

اُس کا ضامن ف۷ بولے قسم اللہ کی تم کو معلوم ہے ہم شرارت کرنے کو نہیں آئے ملک میں

وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۷۴﴾

اور نہ ہم کبھی چور تھے ف۸ بولے پھر کیا سزا ہے اُس کی، اگر تم نکلے جھوٹے ف۹

ف۱ برادرانِ یوسفؑ پہلی مرتبہ جو مصر گئے تھے عام مسافروں کی طرح بلا امتیاز شہر میں داخل ہو گئے تھے لیکن یوسف علیہ السلام کی خاص توجہات و الطاف کو دیکھ کر یقیناً وہاں کے لوگوں کی نظریں اُن کی طرف اُٹھنے لگی ہوں گی۔ اب دوبارہ جانا خاص شان و اہتمام سے بلکہ کہنا چاہیئے کہ ایک طرح کی یوسفؑ کی دعوت پر تھا۔ بنیامین جس کی حفاظت و محبت حضرت یعقوب علیہ السلام یوسفؑ کے بعد بہت کرتے تھے، بھائیوں کے ہمراہ تھے یعقوب علیہ السلام کو خیال گذرا کہ ایک باپ کے گیارہ وجیہ و خوش رُو بیٹوں کا خاص شان سے بہیئاتِ اجتماعی شہر میں داخل ہونا خصوصاً اُس برتاؤ کے بعد جو عزیزِ مصر (یوسف) کی طرف سے لوگ پہلے مشاہدہ کر چکے تھے ایسی چیز ہے جس کی طرف عام نگاہیں ضرور اُٹھیں گی۔ "العین حق"، نظر لگ جانا ایک حقیقت ہے (اور آج کل مسمریزم کے عجائبات تو عموماً اسی قوتِ نگاہ کے کرشمے ہیں) یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو نظر بد اور حسد وغیرہ مکروہات سے بچانے کے لئے یہ ظاہری تدبیر تلقین فرمائی کہ متفرق ہو کر معمولی حیثیت سے شہر کے مختلف دروازوں سے داخل ہوں، تا کہ خواہی نہ خواہی پبلک کی نظریں اُن کی طرف نہ اُٹھیں ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ میں کوئی تدبیر کر کے قضاء و قدر کے فیصلوں کو نہیں روک سکتا۔ تمام کائنات میں حکم صرف خدا کا چلتا ہے۔ ہمارے سب انتظامات حکم الٰہی کے مقابلہ میں بیکار ہیں۔ ہاں تدبیر کرنا بھی اُسی نے سمجھایا ہے اور جائز رکھا ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ بچاؤ کی تدبیر کرلے مگر بھروسہ خدا پر رکھے گویا لڑکوں کو سُنایا کہ میری طرح تم بھی تہ دل سے خدا کی حفاظت پر بھروسہ رکھو۔ تدابیر پر مغرور نہ بنو۔

ف۲ یعنی مختلف دروازوں سے علیحدہ علیحدہ۔

ف۳ یعنی جس طرح کہا تھا داخل ہوئے تو اگرچہ نظر یا ٹوک نہ لگی لیکن تقدیر اور طرف سے آئی (بنیامین کو الزام سرقہ کے سلسلہ میں روک لیا گیا) تقدیر دفع نہیں ہوتی۔ سو جن کو علم ہے اُن کو تقدیر کا یقین اور اسباب کا بچاؤ دونوں حاصل ہو سکتے ہیں لیکن بے علم سے ایک ہو تو دوسرا نہ ہو، یا باہمہ تن اسباب پر انکار کر کے تقدیر کا انکار کر بیٹھتا ہے یا تقدیر پر یقین رکھنے کے یہ معنی سمجھ لیتا ہے کہ اسباب کو معطل کر دیا جائے، البتہ عارف اور باخبر لوگ تقدیر و تدبیر کو جمع کرتے اور ہر ایک کو اس کے درجہ میں رکھتے ہیں۔

ف۴ حضرت یوسفؑ نے بنیامین کے ساتھ ممتاز معاملہ کیا۔ اور خلوت میں آہستہ سے آگاہ کر دیا کہ میں تیرا حقیقی بھائی (یوسف) ہوں۔ جو مظالم اِن علاتی بھائیوں نے ہم پر کئے کہ مجھے باپ سے جُدا کر کے کنوئیں میں ڈالا۔ غلام بنا کر بیچا۔ اور ہمارے باپ بھائی وغیرہ کو فراق کے صدمہ میں مبتلا کیا یا اب یہاں آتے ہوئے تمہارے ساتھ کوئی سختی کی، ان باتوں سے غمگین مت ہو۔ وقت آگیا ہے کہ ہمارے سب غم غلط ہو جائیں اور سختیوں کے بعد حق تعالیٰ راحت و عزت نصیب فرمائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اس بھائی کو جو یوسفؑ نے آرزو سے بُلایا اوروں کو حسد ہوا۔ اس سفر میں اُس کو بات بات پر جھڑکتے اور طعنے دیتے۔ اب حضرت یوسفؑ نے تسلی کر دی۔

ف۵ یعنی جب یوسف علیہ السلام کے حکم سے اُن کا غلہ لدوایا اور سامانِ سفر تیار کیا گیا تو ایک چاندی کا پیالہ اپنے بھائی بنیامین کے اسباب میں بلا اطلاع رکھدیا۔ جس وقت قافلہ روانہ ہونے لگا، محافظین کو پیالہ کی تلاش ہوئی۔ آخر اُن کا شبہ اسی قافلہ پر گیا۔ قافلہ تھوڑی دُور نکلا تھا کہ محافظین میں سے کسی نے آواز دی کہ ٹھہرو۔ تم لوگ یقیناً چور معلوم ہوتے ہو (تنبیہ) اگر یہ لفظ یوسفؑ کے حکم سے کہے گئے تو یہ مطلب ہو گا کہ کوئی مال چُراتا ہے، تم وہ ہو جنہوں نے باپ کی چوری سے بھائی کو بیچ ڈالا۔

ف۶ یعنی ہم کو خواہ مخواہ چور کیوں بناتے ہو۔ اگر تمہاری کوئی چیز گم ہوئی ہے وہ بتلاؤ ہم ابھی کہیں گئے نہیں ہمارے اسباب میں تلاش کرلو۔

ف۷ محافظین نے کہا، بادشاہ کے پانی پینے کا پیالہ یا غلہ ناپنے کا پیمانہ گم ہو گیا ہے۔ اگر بدون حیل و حجت کے کوئی شخص حاضر کر دیگا تو غلہ کا ایک اُونٹ انعام پائیگا۔ میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

ف۸ یعنی مصر میں ہمارا چال چلن عام طور پر معلوم ہے کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ ہم نے یہاں کبھی کچھ شرارت کی، نہ ہم شرارتوں کے لئے یہاں آئے۔ اور نہ چوروں کے خاندان سے ہیں۔

ف۹ محافظین نے کہا کہ تم فضول حجتیں کر رہے ہو۔ اگر مال مسروقہ تمہارے پاس سے برآمد ہو گیا تو کیا کرو گے۔

ف۱ یہ شریعت ابراہیمی میں چوری کی سزا تھی یعنی جس کے پاس سے چوری نکلے وہ ایک سال تک غلام ہو کر رہے۔ برادرانِ یوسفؑ نے اپنے قانون شرعی کے موافق بے تأمل سزا کا ذکر کر دیا۔ کیونکہ انہیں پورا یقین تھا کہ ہم چور نہیں۔ نہ چوری کا مال ہمارے پاس سے برآمد ہو سکتا ہے۔ اس طرح اپنے اقرار سے خود پکڑے گئے۔ ف۲ یعنی اس گفتگو کے بعد محافظین اُن کو "عزیزِ مصر" (یوسف علیہ السلام) کے پاس لے گئے اور سب ماجرا کہہ سُنایا۔ اُنہوں نے تفتیش کا حکم دیا۔ پہلے دوسرے بھائیوں کی خرجیاں (زنبیلیں اور بیگ وغیرہ) دیکھے گئے، پیالہ برآمد نہ ہوا۔ اخیر میں بنیامین کے اسباب کی تلاشی ہوئی، چنانچہ پیالہ اُس میں سے نکل آیا۔ ف۳ یا یوں تدبیر کی ہم نے یوسف کے لئے۔ ف۴ یعنی بھائیوں کی زبان سے آپ ہی نکلا کہ جس کے پاس مال نکلے غلام بنا لو۔ اُس پر پکڑے گئے ورنہ حکومت مصر کا قانون یہ نہ تھا۔ اگر ایسی تدبیر نہ کی جاتی کہ وہ خود اپنے اقرار میں بندھ جائیں تو ملکی قانون کے موافق کوئی صورت بنیامین کو روک لینے کی نہ تھی۔ ف۵ یعنی جسے چاہیں حکمت و تدبیر سکھلائیں۔ یا اپنی تدبیر لطیف سے سربلند کریں۔ دیکھو وہی لوگ جنہوں نے باپ کی چوری سے یوسف کو چند درہم میں بیچ ڈالا تھا۔ آج یوسفؑ کے سامنے چوروں کی حیثیت میں کھڑے ہیں شاید اس طرح ان کی پچھلی غلطیوں کا کفارہ کرنا ہوگا۔

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی

کہنے لگے اُسکی سزا یہ کہ جس کے اسباب میں سے ہاتھ آئے وہی اُسکے بدلے میں جائے ہم یہی سزا دیتے ہیں

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا

ظالموں کو ف۱ پھر شروع کیں یوسف نے اُنکی خرجیاں دیکھنی اپنے بھائی کی خرجی سے پہلے آخر کو وہ برتن نکالا

مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ

اپنے بھائی کی خرجی سے ف۲ یوں داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو ف۳ وہ ہرگز نہ لے سکتا تھا اپنے بھائی کو

فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ

دین میں اُس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ف۴ ہم درجے بلند کرتے ہیں جس کے چاہیں ف۵

وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ

اور ہر جاننے والے سے اُوپر ہے ایک جاننے والا ف۶ کہنے لگے اگر اُس نے چرایا تو چوری کی تھی اُس کے ایک بھائی نے بھی

مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ

اس سے پہلے ف۷ تب آہستہ سے کہا یوسف نے اپنے جی میں اور اُن کو نہ جتایا کہا جی میں

اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ

کہ تم بدتر ہو درجہ میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کرتے ہو ف۸ کہنے لگے اے عزیز

اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ

اس کا ایک باپ ہے بوڑھا بڑی عمر کا سو رکھ لے ایک کو ہم میں سے اُسکی جگہ ہم دیکھتے ہیں تو ہے

الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا

احسان کرنے والا ف۹ بولا اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس کے پاس پائی ہم نے

مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا اسْتَیْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا

اپنی چیز ف۱۰ تو تو ہم ضرور بے انصاف ہوئے ف۱۱ پھر جب نا اُمید ہوئے اُس سے اکیلے ہو بیٹھے

نَجِیًّا ؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا

مشورہ کرنے کو، بولا اُن میں کا بڑا کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے لیا ہے تم سے عہد

ع ۹ / ۱۱ / ۳

ف۶ یعنی دنیا میں ایک آدمی سے زیادہ دوسرا، دوسرے سے زیادہ تیسرا جاننے والا ہے مگر سب جاننے والوں کے اُوپر ایک جاننے والا اور ہے جسے "عالم الغیب والشہادہ" کہتے ہیں۔ (تنبیہ) واضح ہو کہ اس تمام واقعہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے کوئی لفظ خلاف واقعہ نہیں نکلا۔ نہ کوئی حرکت خلاف شرع ہوئی زیادہ سے زیادہ اُنہوں نے "توریہ" کیا، "توریہ" کا مطلب ہے ایسی بات کہنا یا کرنا جس سے دیکھنے سننے والے کے ذہن میں ایک ظاہری اور قریبی مطلب آئے لیکن متکلم کی مُراد دوسری ہو جو ظاہری مطلب سے بعید ہے۔ اگر یہ "توریہ" کسی نیک اور محمود مقصد کے لئے کیا جائے تو اُس کے جائز بلکہ محمود ہونے میں شبہ نہیں۔ اور کسی مذموم و قبیح غرض کیلئے ہو تو وہ "توریہ" نہیں دھوکا اور فریب ہے۔ یہاں حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ یعقوب علیہ السلام کے ابتلاء و امتحان کی تکمیل کر دی جائے۔ یوسفؑ کے بعد بنیامین بھی اُن سے جُدا ہوں۔ ادھر مدّت کے بچھڑے ہوئے دو عینی بھائی آپس میں مل کر رہیں۔ یوسفؑ کو امتحان کی گھاٹیوں سے نکالنے کے بعد اوّل علاتی بھائیوں پھر عینی بھائی پھر والد بزرگوار اور سب کنبہ سے بتدریج ملائیں۔ دوسری طرف برادرانِ یوسفؑ سے جو غلطیاں ہوئی تھیں کچھ ٹھوکریں کھا کر وہ بھی عفو و رحم کے دروازہ پر پہنچ جائیں۔ اور نہ معلوم کیا کیا حکمتیں ہونگی جن کی وجہ سے یوسف علیہ السلام کو تھوڑا سا "توریہ" کرنے کی ہدایت ہوئی۔ انہوں نے پیالہ اپنے بھائی کے اسباب میں رکھا۔ پھر نہ کسی پر اُس کی چوری کا الزام لگایا نہ یہ کہا کہ ہم فلاں کو چوری کی سزا میں پکڑتے ہیں۔ صورتیں ایسی پیدا ہوتی چلی گئیں جن سے آخر میں بنیامین کے لئے اپنے بھائی کے پاس عزت و راحت کے ساتھ رہنے کی سبیل نکل آئی۔ مصلحۃً بعض ایسے الفاظ بیشک استعمال کئے جن کے معنی متبادر مُراد نہ تھے یا بعض چیزوں پر سکوت کیا جن کی نسبت اگر کچھ بولتے تو راز فاش ہو کر اصل مقصد فوت ہو جاتا۔ واللہ اعلم۔

ف۷ یہ اشارہ یوسف علیہ السلام کی طرف تھا۔ اپنی پاکبازی جتلانے کے لئے محض ناحق کوشی اور عناد سے بنیامین کے جرم کو پختہ کر دیا اور اتنی مُدّت کے بعد بھی یوسفؑ معصوم پر جھوٹی تہمت لگانے سے نہ شرمائے مفسّرین نے اس موقع پر کئی قصے بیان کئے ہیں جن کی طرف برادرانِ یوسفؑ نے چوری کے لفظ میں اشارہ کیا تھا۔ اُن کے نقل کی یہاں حاجت نہیں۔

ف۸ یعنی ایسا سخت لفظ سُن کر بھی یوسفؑ بے قابو نہیں ہوئے، کیونکہ مصلحت خداوندی افشائے راز کو مقتضی نہ تھی۔ یوسفؑ نے بات کو دل میں رکھا۔ جواب دیکر اُن کے اتہام کی حقیقت نہ کھولی۔ اپنے جی میں کہا "اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ"، یعنی اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، مجھے چور بناتے ہو؟ حالانکہ تم نے ایسی چوری کی کہ بھائی کو باپ سے چرا کر بیچ ڈالا۔ باقی میری چوری کا حال اللہ کو معلوم ہے بعض مفسّرین نے قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا "الخ کا مطلب یہ لیا ہے کہ یوسفؑ نے اُن کو خطاب کر کے کہا کہ تم بڑے ہی بدترین لوگ ہو۔ ابھی تو کہہ رہے تھے "وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ" ہم چوروں میں کے نہیں۔ جب ایک بھائی کے اسباب میں سے مال برآمد ہوا تو اس کے ساتھ دوسرے غیر حاضر بھائی کو بھی ملوث کرنے لگے گویا چوری کرنا تمہارا خاندانی پیشہ ہے (العیاذ باللہ) خدا خوب جانتا ہے کہ تم اپنے بیان میں کہاں تک سچے ہو۔ وہ ہی تم کو غلط بیانیوں کی سزا دیگا۔ ف۹ یعنی بوڑھے باپ کو بڑا صدمہ پہنچیگا، وہ ہم سب سے زیادہ اس کو اور اس کے بھائی یوسف کو چاہتے تھے۔ یوسف کے بعد اب اسی سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں۔ آپ اگر اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ آپ ہمیشہ مخلوق پر احسانات کرتے ہیں اور ہم پر خصوصی احسان فرماتے رہے ہیں۔ اُمید ہے ہمکو اپنے کرم سے مایوس نہ فرمائینگے۔ ف۱۰ یعنی خدا پناہ میں رکھے کہ ہم کسی کو بے سبب دوسرے کے بدلے میں پکڑنے لگیں۔ ہم تو صرف اُسی شخص کو روکیں گے جس کے پاس سے اپنی چیز ملی ہے۔ (وہ بنیامین ہے جو عینی بھائی ہونیکی حیثیت سے ہمارے پاس رہیگا) یہاں بھی اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ "کی جگہ اِلَّا مَنْ سَرَقَ" نہیں فرمایا جو مختصر تھا۔ کیونکہ واقع کے خلاف ہوتا۔ ف۱۱ یعنی مجرم کے بدلہ میں بے قصور کو پکڑیں۔ تو تمہارے خیال اور قانون کے موافق ہم بے انصاف ٹھہرینگے

ف۱ جب حضرت یوسفؑ کا جواب سُن کر مایوس ہوگئے تو مجمع سے ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ اکثروں کی رائے ہوئی کہ وطن واپس جانا چاہئے۔ اُن میں جو عمر یا عقل وغیرہ کے اعتبار سے بڑا تھا اُس نے کہا کہ باپ کے سامنے ہم کیا مُنہ لے کر جائینگے، جو عہد ہم سے لیا تھا اُس کا کیا جواب دینگے۔ ایک تقصیر تو پہلے یوسفؑ کے معاملہ میں کر چکے ہیں جس کا اثر آج تک موجود ہے۔ اب بنیامین کو چھوڑ کر سب کا چلا جانا سخت بے حمیتی ہوگی۔ سو واضح رہے کہ بندہ تو کسی حال یہاں سے ٹلنے والا نہیں۔ اِلّا یہ کہ خود والد بزرگوار مجھ کو یہاں سے چلے جانے کا حکم دیں یا اس درمیان میں قدرت کی طرف سے کوئی فیصلہ ہو جائے۔ مثلاً تقدیر سے میں یہیں مر جاؤں یا کسی تدبیر سے بنیامین کو چھڑا لوں۔ (تنبیہ) یہ کہنے والا غالباً وہ ہی بھائی تھا جس نے یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں بھی نرم مشورہ دیا تھا "لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ"۔

ف۲ یعنی مجھے چھوڑ دو اور تم سب جا کر باپ سے عرض کرو کہ ایسا واقعہ پیش آیا جسکی کوئی توقع نہ تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی تم کو قول دیا تھا اپنی دانست پر۔ یہ کیا خبر تھی کہ بنیامین چوری کر کے پکڑا جائیگا۔ یا ہم نے چور کو پکڑ رکھنا بتایا اپنے دین کے موافق۔ یہ نہ معلوم تھا کہ بھائی چور رہے"۔

ف۳ یعنی آپ معتبر آدمی بھیجکر اُس بستی والوں سے تحقیق کر لیں جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ نیز دوسرے قافلہ والوں سے دریافت فرمالیں جو ہمارے ساتھ رہے اور واپس آئے ہیں۔ آپ کو ثابت ہو جائیگا کہ ہم اپنے بیان میں بالکل سچے ہیں۔

ف۴ پہلی بار کی بے اعتباری سے اس مرتبہ بھی حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کا اعتبار نہ کیا۔ لیکن نبی کا کلام جھوٹ نہیں۔ بیٹوں کی بنائی بات تھی۔ حضرت یوسفؑ بھی بیٹے تھے۔" کذا فی الموضح۔ گویا "لکم" کا خطاب جنس ابناء کی طرف ہوا۔ واللہ اعلم۔ بعض مفسرین نے یہ مطلب لیا ہے کہ تم یہاں سے حفاظت کے کیسے وعدے کر کے اصرار کے ساتھ لے گئے وہاں پہنچکر اتنا بھی نہ کہا کہ اُسکے اسباب میں سے پیالہ برآمد ہونے سے چوری کیسے ثابت ہوگئی، شاید کسی اور نے چھپا دیا ہو۔ مدافعت تو کیا کرتے یہ کہہ کر کہ پہلے اُسکے بھائی نے بھی چوری کی تھی اُس کے جرم کو پختہ کر دیا۔ تمہارے دل میں کھوٹ نہ ہوتا تو یہ طرزِ عمل اختیار نہ کرتے۔ اب باتیں بنانے کے لئے آئے ہو۔ بہرحال میں تو اس پر بھی صبر ہی کرونگا کوئی حرفِ شکایت زبان پر نہ لاؤنگا۔ خدا کی قدرت و رحمت سے کیا بعید ہے کہ یوسف، بنیامین، اور وہ بھائی جو بنیامین کی وجہ سے رہ گیا ہے سب کو میرے پاس جمع کر دے۔ وہ سب کے احوال سے خبردار ہے اور ہر ایک کے ساتھ اپنی حکمت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر قسم کے یاس انگیز احوال اور مرور دھور کے بعد بھی انبیاء کے قلوب مایوس نہیں ہو سکتے۔ وہ ہمیشہ خدا کی رحمت واسعہ پر اعتماد کرتے اور الطاف و مِنن کے امیدوار رہتے ہیں۔

ف۵ نیا زخم کھا کر پُرانا زخم ہرا ہو گیا۔ بے اختیار پکار اُٹھے "یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ" (ہائے افسوس یوسف)

ف۶ یعنی بے رونق یا بے نور ہو گئیں۔ علی اختلاف القولین۔

ف۷ حدیث میں ہے "نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ اَشَدُّ بَلَاءً ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ" یعنی انبیاء کی جماعت حق تعالیٰ کی طرف سے سخت ترین امتحانوں میں مبتلا کی جاتی ہے۔ پھر امتحان کی اقسام ہیں۔ ہر نبی کو حق تعالیٰ اپنی حکمت اور اُس کی استعداد کے موافق جس قسم کے امتحان میں چاہے مبتلا کرتا ہے۔ یعقوب علیہ السلام کے قلب میں یوسفؑ کی فوق العادت محبت ڈال دی

مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ
اللہ کا اور پہلے جو قصور کر چکے ہو یوسف کے حق میں، سو میں تو ہرگز نہ سرکونگا اِس ملک سے

حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا
جب تک کہ حکم دے مجھ کو باپ میرا یا قضیہ چکا دے اللہ میری طرف اور وہ ہی سب سے بہتر چکانے والا ف۱ پھر جاؤ

اِلٰۤی اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا
اپنے باپ کے پاس اور کہو اے باپ تیرے بیٹے نے تو چوری کی اور ہم نے وہی کہا تھا جو ہم کو

عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا
خبر تھی اور ہم کو غیب کی بات کا دھیان نہ تھا ف۲ اور پوچھ لے اُس بستی سے جس میں

فِیْهَا وَالْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ
ہم تھے، اور اُس قافلہ سے جس میں ہم آئے ہیں اور ہم بیشک سچ کہتے ہیں ف۳ بولا کوئی نہیں بنالی ہے

لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ
تمہارے جی نے ایک بات اب صبر ہی بہتر ہے شاید اللہ لے آئے میرے پاس

جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰۤاَسَفٰی عَلٰی
اُن سب کو وہی ہے خبردار حکمتوں والا ف۴ اور اُلٹا پھرا اُن کے پاس سے، اور بولا اے افسوس

یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ
یوسف پر ف۵ اور سفید ہوگئیں آنکھیں اُسکی غم سے ف۶ سو وہ آپ کو گھونٹ رہا تھا ف۷ کہنے لگے قسم اللہ کی

تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِیْنَ ﴿۸۵﴾
تو نہ چھوڑیگا یوسف کی یاد کو جب تک کہ گھُل جائے یا ہو جائے مُردہ

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْۤ اِلَی اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾
بولا میں تو کھولتا ہوں اپنا اضطراب اور غم اللہ کے سامنے اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ف۸

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ
اے بیٹو جاؤ اور تلاش کرو یوسف کی اور اُسکے بھائی کی اور نا اُمید مت ہو اللہ کے فیض

پھر ایسے محبوب اور ہونہار بیٹے کو جو خاندان ابراہیمی کا چشم و چراغ تھا، ایسے دردناک طریقے سے جُدا کیا گیا۔ غمزدہ اور زخم خوردہ یعقوبؑ کے جگر کو اس روح فرسا صدمہ نے کھا لیا تھا۔ وہ کسی مخلوق کے سامنے نہ حرف شکایت زبان پر لاتے تھے نہ کسی سے انتقام لیتے، نہ غصہ نکالتے۔ غم کی بات منہ سے نہ نکلتی۔ ہاں جب اپنے کو بہت گھونٹتے تو دل کا بخار آنکھوں کی راہ سے ٹپک پڑتا۔ بیسیوں برس تک چشم گریاں اور سینہ بریاں کے باوجود ادائے فرائض و حقوق میں کوئی خلل نہ پڑنے دیا۔ اُن کا دل جتنا یوسفؑ کے فراق میں روتا تھا، اُتنا ہی خدا کے حضور میں زیادہ گڑگڑاتا تھا۔ درد و غم کی شدت اور اشکباری کی کثرت جس قدر اُن کی بصارت کو ضعیف کرتی اُسی قدر نور بصیرت کو بڑھا رہی تھی۔ بیتابی و اضطراب کا کیسا ہی طوفان اُٹھتا، دل پکڑ کر اور کلیجہ مسوس کر رہ جاتے زبان سے اُف نہ نکالتے، بنیامین کی جدائی سے جب پُرانے زخم میں نیا چرکا لگا تو اُس وقت بے اختیار "یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ" صرف اتنا لفظ زبان سے نکلا۔ بقول حضرت شاہ صاحبؒ "ایسا درد اتنی مُدت دبا رکھنا پیغمبر کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے"۔ موضح القرآن میں ہے۔ یعنی کیا تم مجھ کو صبر سکھاؤ گے؟ بے صبر وہ ہے جو مخلوق کے آگے خالق کے بھیجے ہوئے درد کی شکایت کرے۔ میں تو اُسی سے کہتا ہوں جس نے درد دیا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ (یوسف زندہ ہے ضرور ملیگا اور اس کا خواب پورا ہو کر رہیگا) یہ مجھ پر آزمائش ہی دیکھوں کس حد پر پہنچ کر بس ہو۔

ف۸

اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَا۟یْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا

سے بیشک نا اُمید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں ف۱ پھر جب

دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ

داخل ہوئے اُسکے پاس بولے اے عزیز پڑی ہم پر اور ہمارے گھر پر سختی اور لائے ہیں ہم پونجی

مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی

ناقص سو پوری دے ہم کو بھرتی اور خیرات کر ہم پر اللہ بدلہ دیتا ہے

الْمُتَصَدِّقِیْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَ اَخِیْهِ اِذْ

خیرات کرنیوالوں کو ف۲ کہا کچھ تم کو خبر ہے کہ کیا کیا تم نے یوسف سے اور اسکے بھائی سے ف۳ جب

اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَ هٰذَاۤ

تم کو سمجھ نہ تھی ف۴ بولے کیا سچ تو ہی ہے یوسف ف۵ کہا میں یوسف ہوں اور یہ ہے

اَخِیْ٘ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ

میرا بھائی ف۶ اللہ نے احسان کیا ہم پر ف۷ البتہ جو کوئی ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ ضائع نہیں کرتا

اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ اِنْ كُنَّا

حق نیکی والوں کا ف۸ بولے قسم اللہ کی، البتہ پسند کر لیا تجھ کو اللہ نے ہم سے اور ہم تھے

لَخٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ وَ هُوَ

چوکنے والے ف۹ کہا کچھ الزام نہیں تم پر آج بخشے اللہ تم کو ف۱۰ اور وہ ہے

اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ

سب مہربانوں سے مہربان ف۱۱ لے جاؤ یہ کرتہ میرا اور ڈالو اُس کو منہ پر میرے باپ کے

ع ۱۰ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ وَ اْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۳﴾ وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ

کہ چلا آئے آنکھوں سے دیکھتا ہوا، اور لے آؤ میرے پاس گھر اپنا سارا ف۱۲ اور جب جدا ہوا قافلہ کہا

اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ

اُنکے باپ نے میں پاتا ہوں بُو یوسف کی ف۱۳ اگر نہ کہو مجھ کو کہ بوڑھا بہک گیا ف۱۴ لوگ بولے قسم اللہ کی تو تو

ف۱ یعنی حق تعالیٰ کی مہربانی اور فیض سے نا اُمید ہونا کافروں کا شیوہ ہے جنہیں اس کی رحمت واسعہ اور قدرت کاملہ کی صحیح معرفت نہیں ہوتی۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کی برابر مایوس کن حالات پیش آئیں تب بھی خدا کی رحمت کا اُمیدوار رہے اور ممکنی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے۔ جاؤ، کوشش کر کے یوسف کا کھوج لگاؤ اور اُسکے بھائی بنیامین کے چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو۔ کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ ہم سب کو پھر جمع کر دے۔ تیسرے بھائی کا ذکر شاید اسلئے نہیں کیا کہ وہ باختیار خود محض بنیامین کی وجہ سے رُکا ہے۔ بنیامین چھوٹ جائے تو وہ کیوں پڑا رہیگا۔

ف۲ باپ کے فرمانے پر مصر کو پھر روانہ ہوئے۔ کیونکہ یوسفؑ کا پتہ معلوم نہ تھا۔ یہ خیال کیا ہوگا کہ جس کا پتہ معلوم ہے (بنیامین) پہلے اُسکی فکر کریں اور قحط کی وجہ سے غلہ کی ضرورت ہے، عزیز کو ادھر بھی توجہ دلائیں۔ اگر دینے لینے کے معاملہ میں کچھ نرم پایا تو بنیامین کے متعلق گفت و شنید کرینگے۔ چنانچہ پہلی بات اُنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ ہی کہی کہ اے عزیز مصر! آجکل قحط و ناداری کی وجہ سے ہم پر اور ہمارے گھر پر بڑی سختی گذر رہی ہے، سب اسباب گھر کا بک گیا۔ کچھ نکمی اور حقیر سی پونجی رہ گئی ہے وہ غلہ خریدنے کیلئے ساتھ لائے ہیں آپکے مکارم اخلاق اور گذشتہ مہربانیوں سے اُمید ہے کہ ہماری ناقص چیزوں کا خیال نہ فرمائینگے اور تھوڑی قیمت میں غلہ کی مقدار گذشتہ کی طرح پوری دلوا دینگے۔ یہ رعایت حقیقت میں ایک طرح کی خیرات ہوگی جو آپ ہم پر کرینگے یا اس کے علاوہ ہم کو بطور خیرات ہی کچھ دیدیجئے۔ خدا آپ کا بھلا کریگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ حال سُن کر رو پڑے، شفقت و رحمدلی کا چشمہ دل میں جوش مار کر آنکھوں سے اُبل پڑا۔ اُس وقت حق تعالیٰ کے حکم سے اپنے تئیں ظاہر کیا کہ میں کون ہوں اور تم نے میرے ساتھ جو معاملہ کیا تھا، اُسکے بعد میں کس مرتبہ پر پہنچا ہوں۔ اگلی آیت میں اسی اظہار کی تمہید ہے (تنبیہ) بعض نے تصدق کے معنی مطلق احسان کرنے کے لئے ہیں۔ جیسے "قصر صلوٰۃ" کی حدیث میں "صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ"۔

ف۳ یعنی دونوں میں جُدائی ڈالی اور دونوں سے بَیر رکھا۔

ف۴ اللہ اکبر۔ صبر و مروت و اخلاق کی حد ہوگئی کہ تمام عمر بھائیوں کی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لائے۔ اتنا سوال بھی اس لئے کیا کہ وہ لوگ اپنے ذہنوں میں بیسیوں برس پہلے کے حالات کو ایک مرتبہ مستحضر کرلیں تا ماضی و حال کے موازنہ سے خدا تعالیٰ کے اُن احسانات کی حقیقت روشن ہو، جو یوسفؑ پر اُن مصائب و حوادث کے بعد ہوئے جن کی طرف آگے "قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا" میں اشارہ ہے۔ پھر سوال کا پیرایہ ایسا نرم اختیار کیا۔ جس میں اُن کے جُرم سے زیادہ معذرت کا پہلو نمایاں ہے یعنی جو حرکت اس وقت تم سے صادر ہوئی ناسمجھی اور بیوقوفی سے ہوگئی۔ تمہیں کیا معلوم تھا کہ یوسفؑ کا خواب پورا ہو کر اور ہلال ایک روز بدر بنکر رہیگا۔

ف۵ ممکن ہے اس سوال سے گھبرائے ہوں کہ اتنی مدّت کے بعد یہ کون گھر کا بھیدی نکل آیا۔ پھر عزیز مصر کو یوسفؑ کے قصّہ سے کیا مطلب۔ غیر معمولی مہربانیاں اور بنیامین کے ساتھ خصوصی برتاؤ پہلے سے دیکھ ہی رہے تھے۔ اس سوال نے دفعتہً اُن کا ذہن ادھر منتقل کر دیا ہو کہ کہیں یوسفؑ جسے ہم نے مصری قافلہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا یہ ہی تو نہیں ہے۔ جب ادھر توجہ ہوئی تو بغور دیکھا ہوگا اور ممکن ہے یوسفؑ نے خود بھی اپنے کو اس دفعہ زیادہ واضح طور پر پیش کیا ہو، یا تصریحاً کہہ دیا ہو کہ میں یوسف ہوں۔ غرض وہ سخت متعجب و حیرت زدہ ہو کر بول اُٹھے "ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ" (سچ بتاؤ کیا تم ہی یوسف ہو؟)

ف۶ یعنی جس سے مجھ کو جُدا کیا تھا آج میرے پاس بیٹھا ہے۔

ف۷ جُدائی کو ملاپ سے، ذلت کو عزت سے، تکلیف کو راحت سے، تنگی کو عیش سے بدل دیا۔ جو غلام بنا کر چند دراہم میں فروخت کیا گیا تھا، آج خدا نے اُسے ملک مصر کی حکومت بخشی۔

ف۸ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جس پر تکلیف پڑے اور وہ شرع سے باہر نہ ہو اور گھبرائے نہیں تو آخر بلا سے زیادہ عطا ہو۔"

ف۹ یعنی تجھ کو ہر حیثیت سے ہم پر فضیلت دی اور تو اسی لائق تھا، ہماری غلطی اور بھول تھی کہ تیری قدر نہ پہچانی، آخر تیرا خواب سچا اور ہمارا حسد بیکار ثابت ہوا۔

ف۱۰ یوسف علیہ السلام بھائیوں سے اتنا بھی سُننا نہیں چاہتے تھے۔ فرمایا، یہ تذکرہ مت کرو آج میں تمہیں کوئی الزام نہیں دیتا۔ تمہاری سب غلطیاں معاف کر چکا ہوں۔ جو لفظ میں نے کہے محض حق تعالیٰ کا احسان اور صبر و تقویٰ کا نتیجہ ظاہر کرنے کی نیت سے کہے آج کے بعد تمہاری تقصیر کا ذکر بھی نہ ہوگا میں دُعا کرتا ہوں کہ تم نے جو خطائیں خدا تعالیٰ کی کی ہیں، وہ بھی معاف کر دے۔

ف۱۱ میری مہربانی بھی اُسی کی مہربانی کا ایک پرتو ہے۔

ف۱۲ یعنی میں بحالت موجودہ شام کا سفر نہیں کر سکتا۔ تم جاؤ والدین اور اپنے سب متعلقین کو یہاں لے آؤ۔ چونکہ والد بزرگوار کی نسبت وحی سے یا بھائیوں کی زبانی معلوم ہوا ہوگا کہ بینائی نہیں رہی یا نگاہ میں فرق آگیا ہے، اس لئے اپنا قمیص دے کر فرمایا کہ یہ اُن کی آنکھوں کو لگا دینا بینائی بحال ہو جائیگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ہر مرض کی اللہ کے ہاں دوا ہے۔ آنکھیں گئی تھیں ایک شخص کے فراق میں، اُسی کے بدن کی چیز ملنے سے چنگی ہوئیں۔ یہ کرامت تھی حضرت یوسف علیہ السلام کی"۔ اور کرامت نہ کہیں تب بھی آجکل واقعات و مشاہدات کی بنا پر یہ بات مان لی گئی ہے کہ کسی سخت صدمہ یا غیر معمولی خوشی کے اثر سے بعض نابینا دفعتہً بینا ہو گئے ہیں۔

ف۱۳ خدا کی قدرت یوسفؑ مصر میں موجود ہیں کبھی نہ کہا کہ یوسفؑ کی خوشبو آتی ہے۔ کیونکہ خدا کو امتحان پورا کرنا تھا۔ اب بُلانے کی ٹھہری تو اُدھر قافلہ یوسفؑ کا قمیص لیکر مصر سے نکلا اِدھر پیراہن یوسفی کی خوشبو یعقوبؑ کے مشام جان کو معطر کرنے لگی۔ ایک یہ کیا، پورا واقعہ ہی عجائب قدرت کا ایک مرقع ہے یعقوبؑ جیسے مشہور و معروف پیغمبر شام میں رہیں اور یوسفؑ جیسی جلیل القدر شخصیت مصر میں بادشاہت کرے۔ یوسفؑ کے بھائی کئی مرتبہ مصر آئیں، خود یوسفؑ کے مہمان ہوں

بقیہ فوائد صفحہ ۳۲۶ - نہیں، اسکے باوجود خداوند قدوس کی حکمت غامضہ اور مشیت قاہرہ کا ہاتھ باپ کو بیٹے سے بیسیوں برس تک علیحدہ رکھے اور خون کے آنسو رُلا کر امتحان کی تکمیل کرائے، جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ وَعَزَّ سُلْطَانُهٗ۔ ف۱۴ یعنی یہ بات کہتے ہوئے جھجکتا ہوں - کیونکہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئیگی، کہدو گے، بڑھا سٹھیا گیا ہے۔

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ یعنی یوسفؑ کی محبت، اُس کے زندہ ہونے اور دوبارہ ملنے کا یقین تیرے دل میں جاگزیں ہے - وہ ہی پُرانے خیالات ہیں جو یوسفؑ کی خوشبو بن کر دماغ میں آتے ہیں۔

ف۲ یعنی بینائی واپس آ گئی، دوبارہ حسب سابق نظر آنے لگا۔

ف۳ یعنی میں نے کہا نہ تھا یوسف کی خوشبو آ رہی ہے - آخر سچ ہوا۔ یا بیٹوں کو کہا تھا کہ یوسف کو تلاش کرو - اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ ہم سب کو پھر اکٹھا کر دے - دیکھ لو وہ ہی صورت ہوئی۔

ف۴ یعنی توجہ اور دعا کر کے خدا سے ہمارے گناہ معاف کرا دیئے - ہم سے بڑی بھاری خطائیں ہوئی ہیں - مطلب یہ تھا کہ پہلے آپ معاف کر دیں - پھر صاف دل ہو کر بارگاہ رب العزت سے معافی دلوائیں کیونکہ جو خود نہ بخشے وہ خدا سے کہاں بخشوائے گا۔

ف۵ یعنی قبول کی گھڑی آنے دو، اُس وقت اپنے مہربان خدا کے آگے تمہارے لئے ہاتھ اُٹھاؤنگا، کہتے ہیں جمعہ کی شب یا تہجد کے وقت کا انتظار تھا۔

ف۶ شہر سے باہر استقبال کو نکلے - ماں باپ کو اپنے قریب جگہ دی (اس میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ حضرت یوسف کی والدہ پیشتر وفات پا چکی تھیں - جیسا کہ سابق فوائد میں گذر چکا۔ یہاں خالہ کا ذکر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ والدہ حیات تھیں - اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر تشریف لائی تھیں) سب کو فرمایا شہر میں چلو، قحط وغیرہ کا اب کچھ اندیشہ مت کرو - انشاء اللہ بالکل دلجمعی اور راحت و اطمینان سے رہو گے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ الفاظ شہر میں پہنچکر کہے - گویا "اُدْخُلُوْا مِصْرَ" الخ کے معنی ہوئے مصر میں قیام کرو بے کھٹکے۔

ف۷ یوسفؑ نے اپنی طرف سے والدین کی تعظیم کی، تخت پر بٹھلایا لیکن خدا کو یوسفؑ کی جو تعظیم کرانی تھی اُسے یوسفؑ کب روک سکتے تھے - اُس وقت کے دستور کے موافق ماں باپ اور سب بھائی یوسف علیہ السلام کے آگے سجدہ میں گر پڑے - یہ سجدہ تعظیمی تھا، جو بقول حافظ عماد الدین ابن کثیر آدم کے زمانہ سے مسیح علیہ السلام کے عہد تک جائز رہا - البتہ شریعت محمدیہ نے ممنوع و حرام قرار دیا - جیسا کہ احادیث کثیرہ اس پر شاہد ہیں - بلکہ حضرت شاہ عبد القادر رحمہ اللہ نے وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ الخ سے حرمت کا اشارہ نکالا ہے بعض مفسرین نے اس جگہ سجدہ کے معنی متبادر مُراد نہیں لئے - محض جُھک جانے کے معنی لئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ سجدہ یوسفؑ کو نہ تھا بلکہ یوسفؑ کی عزت و عظمت دیکھ کر سب نے خدا کے سامنے سجدۂ شکر ادا کیا - اس تقدیر پر "وَخَرُّوْا لَهٗ" میں لام سببیہ ہو گا یعنی یوسفؑ کے عروج و اقتدار کے سبب سے خدا کے آگے سجدہ میں گر پڑے (تنبیہ) تعظیم اور عبادت دو الگ الگ چیزیں ہیں - غیر اللہ کی تعظیم کلیۃً ممنوع نہیں، البتہ غیر اللہ کی عبادت شرک جلی ہے جسکی اجازت ایک لمحہ کے لئے کبھی نہیں ہوئی، نہ ہو سکتی ہے۔ "سجود عبادت" یعنی غیر اللہ کو کسی درجہ میں نفع و ضرر کا مستقل مالک سمجھ کر سجدہ کرنا شرک جلی ہے جس کی اجازت کبھی کسی ملت سماوی میں نہیں ہوئی - ہاں "سجود تعظیم" یعنی عقیدۂ مذکورہ بالا سے خالی ہو کر محض تعظیم و تکریم کے طور پر کسی کو سجدہ ہونا شرائع سابقہ میں جائز تھا - شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم نے اسکی بھی جڑ کاٹ دی - حضرت شاہ ولی اللہؒ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اقسام شرک پر جو دقیق بحث کی ہے اُسے دیکھنا چاہئے۔ ف۸ یعنی میرا اس میں کچھ دخل نہیں - خواب کی تعبیر پوری ہونی تھی وہ خدا نے پوری کر دکھائی۔ ف۹ خدا تعالیٰ کے احسانات ذکر فرمائے اور اُسکی تدبیر لطیف کی طرف توجہ دلائی کہ کس طرح مجھ کو قید سے نکال کر ملک کا حاکم مختار بنا دیا اور اُس جھگڑے کے بعد جو شیطان نے ہم بھائیوں میں ڈال دیا تھا جبکہ کوئی اُمید دوبارہ ملنے کی نہ رہی تھی، کیسے اسباب ہمارے ملا کے فراہم کر دیے اس موقع پر اپنی مصائب و تکالیف کا کچھ ذکر نہ کیا، نہ کوئی حرف شکایت زبان پر لائے، بلکہ بھائیوں کے واقعہ کی طرف بھی ایسے عنوان سے اشارہ کیا کہ کسی فریق کی زیادتی یا تقصیر ظاہر نہ ہونے پائے - مبادا بھائی سُن کر محجوب ہوں - اللہ اکبر، یہ اخلاق پیغمبروں کے سوا کس میں ہوتے ہیں۔ ف۱۰ اسی سورت کے پہلے رکوع میں "تَاْوِيْلُ الْاَحَادِيْثِ" کی تفسیر گذر چکی۔

لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ (۹۵) فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ

اپنی اُسی قدیم غلطی میں ہے ف۱ پھر جب پہنچا خوشخبری والا ڈالا اُس نے وہ کرتہ اُسکے منہ پر

فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۹۶)

پھر لوٹ کر ہو گیا دیکھنے والا ف۲ بولا میں نے نہ کہا تھا تم کو کہ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ف۳

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ (۹۷) قَالَ سَوْفَ

بولے اے باپ بخشوا ہمارے گناہوں کو بیشک ہم تھے چوکنے والے ف۴ کہا دم لو

اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۹۸) فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى

بخشواؤں گا تم کو اپنے رب سے وہی ہے بخشنے والا مہربان ف۵ پھر جب داخل ہوئے

يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

یوسف کے پاس جگہ دی اپنے پاس اپنے ماں باپ کو، اور کہا داخل ہو مصر میں اللہ نے چاہا تو

اٰمِنِيْنَ (۹۹) ۭ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ

دل جمعی سے ف۶ اور اُونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور سب گرے اُسکے آگے سجدہ میں ف۷ اور کہا

يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ

اے باپ یہ بیان ہے میرے اُس پہلے خواب کا اُس کو میرے رب نے سچ کر دیا ف۸

وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ

اور اُس نے انعام کیا مجھ پر جب مجھ کو نکالا قید خانہ سے اور تم کو لے آیا گاؤں سے

مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ

بعد اُس کے کہ جھگڑا ڈال چکا تھا شیطان مجھ میں اور میرے بھائیوں میں میرا رب

لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (۱۰۰) رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ

تدبیر سے کرتا ہے جو چاہتا ہے بیشک وہی ہے خبردار حکمت والا ف۹ اے رب تو نے دی مجھ کو

مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

کچھ حکومت اور سکھایا مجھ کو کچھ پھیرنا باتوں کا ف۱۰ اے پیدا کرنیوالے آسمان

ف۱ یا تو لقاء اللہ کے شوق میں فی الحال موت کی تمنا کی یا یہ مطلب ہے کہ جب کبھی موت آئے اسلام (یعنی کامل تسلیم و رضا) پر آئے۔ (تنبیہ) حدیث میں آیا ہے کہ کوئی شخص کسی مصیبت اور تکلیف سے گھبرا کر
موت کی تمنا نہ کرے۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ حب لقاء اللہ یا اور کسی غرض صالح کی وجہ سے موت کی تمنا کر سکتا ہے۔ جیسے ساحرین فرعون نے دعاء کی تھی "رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ"
یا حضرت مریم نے کہا تھا "يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا" اور معاذ کی حدیث میں ہے "وَاِذَا اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ" اور مسند احمد میں حدیث ہے يَكْرَهُ الْمَوْتَ
وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتَنِ۔ حضرت علیؓ نے ہجوم فتن کے وقت دُعاء کی۔ "اَللّٰهُمَّ خُذْنِيْ اِلَيْكَ فَقَدْ سَئِمْتُهُمْ وَسَئِمُوْنِيْ"، امام بخاریؒ کو جب امیر خراسان کے ساتھ جھگڑا پیش آیا تو یہ دعاء کرنی
پڑی: "اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِيْ اِلَيْكَ" حدیث میں ہے کہ خروج دجال کے وقت
ایک شخص کسی قبر پر گذریگا اور فتن زلازل کو دیکھ کر کہیگا۔ "يَا لَيْتَنِيْ
مَكَانَكَ"، کاش کہ میں تیری جگہ ہوتا۔

وَالْاَرْضِ ۚ قف اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ
اور زمین کے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں موت دے مجھ کو اسلام پر ف۱ اور ملا مجھ کو
بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠١﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ
نیک بختوں میں ف۲ یہ خبریں ہیں غیب کی ہم بھیجتے ہیں تیرے پاس اور تو نہیں تھا
لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ
اُن کے پاس جب وہ ٹھہرانے لگے اپنا کام اور فریب کرنے لگے ف۳ اور اکثر لوگ نہیں ہیں یقین
وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ
کرنے والے اگرچہ تو کتنا ہی چاہے ف۴ اور تو مانگتا نہیں اُن سے اِس پر کچھ بدلہ یہ تو اور کچھ نہیں
اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾ ع وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
مگر نصیحت سارے عالم کو ف۵ اور بہتیری نشانیاں ہیں آسمان اور زمین میں
يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿١٠٥﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ
جن پر گذر ہوتا رہتا ہے انکا اور وہ اُن پر دھیان نہیں کرتے ف۶ اور نہیں ایمان لاتے بہت لوگ اللہ پر
اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ
مگر ساتھ ہی شریک بھی کرتے ہیں ف۷ کیا نڈر ہو گئے اس سے کہ آ ڈھانکے اُن کو ایک آفت اللہ کے عذاب
اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ هٰذِهٖ
کی یا آ پہنچے قیامت اچانک اور اُن کو خبر نہ ہو ف۸ کہدے یہ
سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ قف عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ
میری راہ ہے بُلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے، اور اللہ پاک ہے
وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ
اور میں نہیں شریک بتانیوالوں میں ف۹ اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے، وہ سب مرد ہی تھے کہ وحی بھیجتے تھے ہم
اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ
اُن کو بستیوں کے رہنے والے سو کیا اُن لوگوں نے نہیں سیر کی ملک کی کہ دیکھ لیتے کیسا

ع ۱۱/۵

وقف النبی علیہ السلام

ف۲ یہ لفظ ایسے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلعم مرض الموت میں فرماتے تھے "اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى"۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "علم کامل پایا، دولت کامل پائی، اب شوق ہوا اپنے باپ دادا کے مراتب کا"۔ گویا "اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ" سے یہ غرض ہوئی کہ میرا مرتبہ اسحاقؑ و ابراہیمؑ کے مراتب سے ملا دے۔ حضرت یعقوبؑ کی زندگی تک ملکی انتظامات میں رہے۔ اُن کی وفات کے بعد اپنے اختیار سے چھوڑ دیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری لاش "شام" لے جاکر دفن کرنا۔ چنانچہ جنازہ وہیں لے گئے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئیگا جب "بنی اسرائیل" مصر سے نکلیں گے۔ اس وقت میری لاش بھی اپنے ہمراہ لے جائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکلے، حضرت یوسفؑ کا تابوت بھی ساتھ لے گئے۔ واللہ اعلم۔

ف۳ یعنی برادران یوسفؑ جب اُن کو باپ سے جُدا کرنے اور کنوئیں میں ڈالنے کے مشورے اور تدبیریں کر رہے تھے آپ اُن کے پاس نہیں کھڑے تھے کہ اُن کی باتیں سُنتے اور حالات کا معائنہ کرتے۔ پھر ایسے صحیح واقعات بجز وحی الٰہی کے آپ کو کس نے بتائے۔ آپ رسمی طور پر پڑھے لکھے نہیں، کسی ظاہری علم سے استفادہ کی نوبت نہیں آئی پھر یہ حقائق جن کی اس قدر تفصیل بائبل میں بھی نہیں، آپ کو خدا کے سوا کس نے معلوم کرائیں۔

ف۴ یعنی باوجودیکہ آپ کی صداقت پر ایسی واضح دلائل موجود ہیں، پھر بھی اکثر لوگ وہ ہیں جو کسی طرح ایمان لانے والے نہیں۔

ف۵ یعنی نہیں مانتے نہ مانیں، آپ کا کیا نقصان ہے۔ کچھ تبلیغ کی تنخواہ تو آپ اُن سے مانگتے نہ تھے کہ وہ بند کرلیں گے نصیحت اور فہمائش تھی سو ہو گئی اور ہو رہی ہے۔

ف۶ یعنی جس طرح آیات تنزیلیہ سُن کر آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ ایسے ہی آیات تکوینیہ دیکھ کر خدا کی توحید کا سبق حاصل نہیں کرتے اصل یہ ہے کہ اُن کا سُننا اور دیکھنا محض سرسری ہے۔ آیات اللہ میں غور و فکر کرتے تو کچھ فائدہ پہنچتا۔ جب دھیان نہیں تو ایمان کہاں سے ہو۔

ف۷ یعنی زبان سے سب کہتے ہیں کہ خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی مگر اس کے باوجود کوئی بتوں کو خدائی کا حصہ دار بنا رہا ہے۔ چنانچہ مشرکین عرب "تلبیہ" میں یہ لفظ کہتے تھے "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ"، کوئی اُسکے لئے بیٹے بیٹیاں تجویز کرتا ہے۔ کوئی اُسے روح و مادہ کا محتاج بتاتا ہے کسی نے احبار و رُہبان کو خدائی کے اختیارات دیدیے ہیں بہت سے تعزیہ پرستی، قبر پرستی، پیر پرستی کے خس و خاشاک سے توحید کے صاف چشمہ کو مکدر کر رہے ہیں۔ ریا اور ہوا پرستی سے تو کتنے موحدین ہیں جو پاک ہونگے۔ غرض ایمان کا زبانی دعویٰ کر کے بہت کم ہیں جو عقیدہ یا عمل کے درجہ میں شرک جلی یا خفی کا ارتکاب نہیں کرتے (اعاذنا اللہ من سائر انواع الشرک)

ف۸ یعنی ایسے بیفکر و بیخوف کیوں ہو رہے ہیں۔ کیا انہوں نے عذاب الٰہی یا قیامت کے ہولناک حوادث سے محفوظ رہنے کا کچھ انتظام کر لیا ہے؟

ف۹ یعنی میرا راستہ یہی خالص توحید کا راستہ ہے۔ میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں کہ سب خیالات و اوہام کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف آئیں، اُس کی توحید، اُس کی صفات و کمالات اور اسکے احکام وغیرہ کی صحیح معرفت صحیح راستہ سے حاصل کریں۔ میں اور میرے ساتھی اس سیدھے راستہ پر، حجت و برہان اور بصیرت و وجدان کی روشنی میں چل رہے ہیں۔ خدا نے مجھ کو ایک نور دیا جس سے سب ہمراہیوں کے دماغ روشن ہو گئے۔ یہاں کسی کی اندھی تقلید نہیں۔ خالص توحید کا راہرو ہر قدم پر اپنے باطن میں معرفت و بصیرت کی خاص روشنی اور عبودیت محضہ کی خاص لذت محسوس کر کے بے ساختہ پکار اُٹھتا ہے۔ "سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ"۔

ف۱ یعنی پہلے بھی ہم نے آسمان کے فرشتوں کو نبی بنا کر نہیں بھیجا۔ انبیائے سابقین ان ہی انسانی بستیوں کے رہنے والے مرد تھے۔ پھر دیکھ لو اُن کے جھٹلانے والوں کا دنیا میں کیا حشر ہوا۔ حالانکہ دنیا میں کافروں کو بھی بسا اوقات عیش نصیب ہو جاتا ہے۔ اور آخرت کی بہتری تو خالص اُن ہی کے لئے ہے جو شرک و کفر سے پرہیز کرتے ہیں۔ یہ تنبیہ ہے کفار مکہ کو کہ اگلوں کے احوال سے عبرت حاصل کریں۔ (تنبیہ) اس آیت سے نکلتا ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی۔ حضرت مریم کو بھی قرآن نے "صدیقہ" کا مرتبہ دیا ہے۔ نیز آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بوادی (جنگلی گنواروں) میں سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

ف۲ یعنی تاخیر عذاب سے دھوکہ مت کھاؤ۔ پہلی قوموں کو بھی لمبی مہلتیں دی گئیں۔ اور عذاب آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ منکرین بالکل بے فکر ہو کر بیش از بیش شرارتیں کرنے لگے۔ یہ حالات دیکھ کر پیغمبروں کو اُن کے ایمان لانے کی کوئی اُمید نہ رہی، اُدھر خدا کی طرف سے اُن کو ڈھیل اس قدر دی گئی کہ مدت دراز تک عذاب کے کچھ آثار نظر نہ آتے تھے۔ غرض دونوں طرف کے حالات و آثار پیغمبروں کے لئے یاس انگیز تھے۔ یہ منظر دیکھ کر کفار نے یقینی طور پر خیال کر لیا کہ انبیاء سے جو وعدے اُن کی نصرت اور ہماری ہلاکت کے کئے گئے تھے سب جھوٹی باتیں ہیں۔ عذاب وغیرہ کا ڈھکوسلہ صرف ڈرانے کے واسطے تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ ایسی مایوس کن اور اضطراب انگیز حالت میں انبیاء کے قلوب میں بھی یہ خیالات آنے لگے ہوں کہ وعدۂ عذاب کو جس رنگ میں ہم نے سمجھا تھا وہ صحیح نہ تھا۔ یا وساوس و خطرات کے درجہ میں بے اختیار یہ وہم گذرنے لگے ہوں کہ ہماری نصرت اور منکرین کی ہلاکت کے جو وعدے کئے گئے تھے کیا وہ پورے نہ کئے جائیں گے؟ جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ "وَزُلۡزِلُوۡا حَتّٰی یَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ"۔ (بقرہ۔ رکوع ۲۶) جب مجرمین کی بیخوفی اور انبیاء کی تشویش اس حد تک پہنچ گئی اُس وقت ناگہاں آسمانی مدد آئی۔ پھر جس کو خدا نے چاہا (یعنی فرمانبردار مؤمنین کو) محفوظ و مصون رکھا۔ اور مجرموں کی جڑ کاٹ دی۔ (تنبیہ۱) اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت و مہربانی سے مایوس ہونا کفر ہے لیکن ظاہری حالات و اسباب کے اعتبار سے ناامیدی کفر نہیں۔ یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ فلاں چیز کی طرف سے جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے مایوسی ہے۔ لیکن حق تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ سے مایوسی نہیں۔ آیت "حَتّٰۤی اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ الرُّسُلُ" میں یہ ہی مایوسی مراد ہے جو ظاہری حالات و آثار کے اعتبار سے ہو، ورنہ پیغمبر خدا کی رحمت سے کب مایوس ہو سکتے ہیں۔ (تنبیہ۲) کفر کا وسوسہ کفر نہیں نہ کسی درجہ میں ایمان یا عصمت کے منافی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے دلوں میں ایسی چیزیں (بے اختیار) پاتے ہیں جن کے زبان پر لانے سے ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کیا ایسا پاتے ہو؟ عرض کیا ہاں" فرمایا "ذَاکَ صَرِیۡحُ الۡاِیۡمَانِ" یہ تو کھلا ہوا ایمان ہے۔

ف۳ یعنی یہ کوئی افسانہ یا ناول نہیں۔ تاریخی حقائق ہیں۔ جن سے عقلمندوں کو سبق لینا چاہئے۔

ف۴ یعنی قرآن کریم جس میں یہ قصص بیان ہوئے کوئی جھوٹی بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ تمام پہلی سچائیوں کی تصدیق کرنے والا اور ہر ضروری چیز کو کھول کر بیان کرنیوالا ہے۔ چونکہ ایماندار اس سے نفع اُٹھاتے ہیں، اس لحاظ سے ان کے حق میں خاص طور پر ذریعۂ ہدایت و رحمت ہے۔ نفعنا اللہ بعلومہ ورزقنا تلاوتہ آناء اللیل وآناء النہار وجعلہ حجۃ لنا لا علینا آمین۔ تم سورۃ یوسف علیہ السلام بعون اللہ تعالیٰ۔

ف۵ یعنی جو کچھ اس سورت میں پڑھا جانے والا ہے وہ عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں۔ یہ کتاب جو آپ پر پروردگار کی طرف سے اُتاری گئی۔ یقیناً حق و صواب ہے لیکن جائے تعجب ہے کہ ایسی صاف اور واضح حقیقت کے ماننے سے بھی بہت لوگ انکار کرتے ہیں۔

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

ہوا انجام اُن لوگوں کا جو اُن سے پہلے تھے اور آخرت کا گھر تو بہتر ہے پرہیز کرنے

اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰۹ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ

والوں کو کیا اب بھی نہیں سمجھتے ف۱ یہاں تک کہ جب نااُمید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ اُن سے

قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ

جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی اُن کو ہماری مدد پھر بچا دیا جن کو ہم نے چاہا اور پھرتا نہیں عذاب ہمارا

الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۱۰ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ

قوم گنہگار سے ف۲ البتہ اُن کے احوال سے اپنا حال قیاس کرنا ہے عقل والوں کو ف۳

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ

کچھ بنائی ہوئی بات نہیں لیکن موافق ہے اُس کلام کے جو اس سے پہلے ہے اور

تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۱۱

بیان ہر چیز کا اور ہدایت اور رحمت اُن لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں ف۴

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ رعد مدینہ میں نازل ہوئی اور جس میں تینتالیس آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الۗمّۗرٰ ۣ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ

یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور جو کچھ اُترا تجھ پر تیرے رب سے سو حق ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ

لیکن بہت لوگ نہیں مانتے ف۵ اللہ وہ ہے جس نے اونچے بنائے آسمان

بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَي الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ

بغیر ستون دیکھتے ہو ف۶ پھر قائم ہوا عرش پر ف۷ اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو

ف۶ یعنی اس دنیا کی ایسی عظیم الشان، بلند اور مضبوط چھت خدا نے بنائی جسے تم دیکھتے ہو۔ اور لطف یہ ہے کہ کوئی ستون یا کھمبہ یا گرڈر دکھائی نہیں دیتا۔ جس پر اتنی بڑی ڈاٹ کھڑی کی گئی بجز اس کے کیا کہا جائے کہ محض قدرت کے غیر مرئی ستون کے سہارے اس کا قیام ہے۔ "وَیُمۡسِکُ السَّمَآءَ اَنۡ تَقَعَ عَلَی الۡاَرۡضِ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ"۔ (حج۔ رکوع ۹) کشش اجسام کا نظریہ اگر صحیح ہو تو وہ اس آیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ کشش کو عرفاً عمد نہیں کہتے اور اگر عمد کہا جائے تو مرئی نہیں ہے۔ "رُوِیَ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ وَمُجَاہِدٍ وَالۡحَسَنِ وَقَتَادَۃَ وَغَیۡرِ وَاحِدٍ اَنَّہُمۡ قَالُوۡا لَہَا عُمُدٌ وَلٰکِنۡ لَا نَرٰی" (ابن کثیر) یعنی ان بزرگوں نے فرمایا کہ آسمانوں کے ستون ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتے۔ واللہ اعلم۔

ف۷ "استویٰ علی العرش" کے متعلق "سورۂ اعراف" آٹھویں پارہ کے آخر میں کلام کیا گیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
ہر ایک چلتا ہے وقت مقرر پر ف۱ تدبیر کرتا ہے کام کی ظاہر کرتا ہے نشانیاں کہ شاید تم
بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا
اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو ف۲ اور وہی ہے جس نے پھیلائی زمین اور رکھے اس میں
رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ
بوجھ اور ندیاں ف۳ اور ہر میوے کے رکھے اس میں جوڑے دو دو قسم ف۴
يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳ وَ
ڈھانکتا ہے دن پر رات کو ف۵ اس میں نشانیاں ہیں اُن کے واسطے جو کہ دھیان کرتے ہیں اور
فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ
زمین میں کھیت ہیں مختلف ایک دوسرے سے متصل، اور باغ ہیں انگور کے اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں
صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا
ایک کی جڑ دوسری سے ملی ہوئی اور بعضی بن ملی اُن کو پانی بھی ایک ہی دیا جاتا ہے، اور ہم ہیں کہ بڑھا دیتے ہیں اُن میں
عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۴
ایک کو ایک سے میووں میں ان چیزوں میں نشانیاں ہیں اُن کو جو غور کرتے ہیں ف۶
وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ۬
اور اگر تو عجیب بات چاہے تو عجب ہے اُن کا کہنا کہ کیا جب ہو گئے ہم مٹی کیا نئے سر سے بنائے جائینگے ف۷
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ
وہی ہیں جو منکر ہو گئے اپنے رب سے اور وہی ہیں کہ طوق ہیں اُن کی گردنوں میں
وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ
اور وہ ہیں دوزخ والے وہ اُسی میں رہینگے برابر ف۸ اور جلد مانگتے ہیں تجھ سے
بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَ
برائی کو پہلے بھلائی سے ف۹ اور گذر چکے ہیں اُن سے پہلے بہت سے عذاب اور

ف۱ یعنی سُورج اپنا دَورہ ایک سال میں اور چاند ایک ماہ میں پورا کرتا ہے۔ یا "لِاَجَلٍ مُّسَمًّى" کے معنی وقت مقرر تک لئے جائیں تو یہ مطلب ہوگا کہ چاند سُورج اسی طرح چلتے رہیں گے قیامت تک

ف۲ یعنی جس نے ایسی عظیم الشان مخلوقات کو پَیدا کیا اُسے تمہارا دوبارہ پَیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ نیز ایک باخبر، مُدبّر، بیدار مغز اور طاقتور گورنمنٹ باغیوں اور مجرموں کو ہمیشہ کے لئے یوں ہی آزاد نہیں چھوڑے رکھتی۔ نہ وفادار امن پسند رعایا کی راحت رسانی سے اغماض کر سکتی ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ خداوند قدوس جو زمین وآسمان کے تخت کا تنہا مالک اور اپنی تدبیر وحکمت سے تمام مخلوقات علوی وسفلی کا انتظام باحسن اسلوب قائم رکھنے والا ہے۔ مطیع وعاصی کو یوں ہی مہمل چھوڑے رکھے۔ ضرور ہے کہ ایک دن وفاداروں کو وفاداری کا صلہ ملے اور مجرم اپنی سزا کو پہنچیں۔ پھر جب اس زندگی میں مطیع وعاصی کے درمیان ہم ایسی صاف تفریق نہیں دیکھتے تو یقیناً ماننا پڑیگا کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جس میں سب کو آسمانی عدالت کے سامنے حاضر ہو کر عمر بھر کے اعمال کا پھل چکھنا ہوگا۔

ف۳ یعنی پہاڑ جو ایک جگہ کھڑے ہیں اور دریا جو ہر وقت چلتے رہتے ہیں۔

ف۴ یعنی چھوٹا بڑا، کھٹا میٹھا، سیاہ وسفید، گرم سرد اور جدید تحقیق کے موافق ہر ایک میں نر و مادہ بھی پائے جاتے ہیں۔

ف۵ اس کے معنی سورۂ اعراف میں آٹھویں پارے کے خاتمہ پر بیان ہو چکے وہاں دیکھ لیا جائے۔

ف۶ بلند آسمانوں کے مقابل پست زمین کا ذکر کیا۔ آسمان کے ساتھ چاند سُورج کا بیان ہوا تھا کہ ہر ایک کی رفتار الگ ہے اور ہر ایک کا کام جُداگانہ ہے۔ ایک کی گرم وتیز شعاعیں جو کام کرتی ہیں، دوسرے کی ٹھنڈی اور دھیمی چاندنی سے وہ بن نہیں پڑتا۔ اسی طرح یہاں زمین کے مختلف احوال اور اس سے تعلق رکھنے والی مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا کہیں پہاڑ کھڑے ہیں کہیں دریا رواں ہیں، جو میوے اور پھل پَیدا ہوتے ہیں اُن میں بھی شکل، صورت، رنگ، مزہ، چھوٹے بڑے بلکہ نر و مادہ کا اختلاف ہے۔ کبھی زمین دن کے اُجالے سے روشن ہو جاتی ہے کبھی رات کی سیاہ نقاب منہ پر ڈال لیتی ہے۔ پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ چند قطعات زمین جو ایک دوسرے سے متصل ہیں، ایک پانی سے سیراب ہوتے ہیں، ایک سُورج کی شعاعیں سب کو پہنچتی ہیں، ایک ہی ہوا سب پر چلتی ہے۔ اس کے باوجود اس قدر مختلف پھول پھل لاتے ہیں اور باہم پَیداوار کی کمی زیادتی کا اتنا فرق ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ غور وفکر کرنیوالے اِن نشانوں کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ ایک ہی ابرِ رحمت کی آبیاری یا ایک ہی آفتابِ ہدایت کی موجودگی میں انسانوں کے مادی ورُوحانی احوال کا اختلاف بھی کچھ مُستبعد ومستنکر نہیں ہے اور یہ کہ لامحدود قدرت کا کوئی زبردست ہاتھ آسمان سے زمین تک تمام مخلوق کے نظامِ ترکیبی کو اپنے قبضہ میں لئے ہوئے ہے۔ جس نے ہر چیز کی استعداد کے موافق اُس کے دائرۂ عمل وآثار کی بہت مضبوط حد بندی کر رکھی ہے۔ پھر ایسے لاانتہا قدرت واختیار رکھنے والے خدا کو کیا مشکل ہے کہ ہم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے اور اس عالم کے مخلوط عناصر کی کیمیاوی تحلیل کر کے ہر خیر وشر کو اُس کے مستقر میں پہنچا دے۔

ف۷ یعنی اس سے زیادہ عجیب بات کیا ہوگی کہ جس نے اول ایک چیز بنائی وہ دوبارہ بنانے پر قادر نہ ہو؟ (العیاذ باللہ)

ف۸ گویا یہ لوگ "بعث بعد الموت" کا انکار کر کے خداوند قدوس کی شہنشاہی سے منکر ہیں۔ تو ایسے باغیوں کا انجام یہی ہونا ہے کہ گلے میں طوق اور ہاتھ پاؤں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر ابدی جیلخانہ میں ڈال دیے جائیں جو حقیقت میں ایسے ہی مجرموں کے لئے بنایا گیا ہے۔

ف۹ یعنی حق کو قبول نہیں کرتے جس سے دنیا وآخرت کی بھلائی ملے کفر اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں عذاب لے آؤ۔

اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ

تیرا رب معاف بھی کرتا ہے لوگوں کو باوجود اُنکے ظلم کے، اور تیرے رب کا عذاب بھی

الْعِقَابِ ۞۶ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

سخت ہے ف۱ اور کہتے ہیں کافر کیوں نہ اُتری اُس پر کوئی نشانی اُسکے رب سے ف۲

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۞۷ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ

تیرا کام تو ڈر سُنا دینا ہے اور ہر قوم کے لئے ہوا ہے راہ بتانیوالا ف۳ اللہ جانتا ہے جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر

ع ۱

اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ

مادہ ف۴ اور جو سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں اور ہر چیز کا اُس کے یہاں

بِمِقْدَارٍ ۞۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۞۹ سَوَآءٌ

اندازہ ہے ف۵ جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا سب سے بڑا برتر ف۶ برابر ہے

مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ

تم میں جو آہستہ بات کہے اور جو کہے پکار کر اور جو چھپ رہا ہے رات میں

وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۞۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ

اور جو گلیوں میں پھرتا ہے دن کو ف۷ اُس کے پہرے والے ہیں بندہ کے آگے سے اور پیچھے سے

يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا

اُسکی نگہبانی کرتے ہیں اللہ کے حکم سے ف۸ اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت کو جب تک وہ نہ بدلیں

مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ

جو اُن کے جیوں میں ہے، اور جب چاہتا ہے اللہ کسی قوم پر آفت پھر وہ نہیں پھرتی، اور کوئی نہیں اُنکا

مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۞۱۱ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا

اُس کے سوا مددگار ف۹ وہی ہے کہ تم کو دکھلاتا ہے بجلی ڈر کو اور اُمید کو

وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۞۱۲ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

اور اُٹھاتا ہے بادل بھاری ف۱۰ اور پڑھتا ہے گرجنے والا خوبیاں اُسکی اور سب فرشتے

ف۱ یعنی پہلے بہتیری قوموں پر عذاب آچکے ہیں۔ تم پر لے آنا کیا مشکل تھا، بات صرف اتنی ہے کہ تیرا پروردگار اپنی شانِ حلم و عفو سے ہر چھوٹے بڑے جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کے ظلم و ستم دیکھتا اور درگذر کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب مظالم اور شرارتوں کا سلسلہ حد سے گذر جاتا ہے اُس وقت اُس کے تباہ کن عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ ف۲ یعنی جو نشانی ہم مانگتے ہیں وہ کیوں نہیں اُتری، جسے دیکھکر ہم ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے۔ ف۳ یعنی آیات کا اُتارنا آپ کے قبضہ میں نہیں، یہ تو خدا کا کام ہے جو آیت پیغمبر کی تصدیق کے لئے مناسب ہو دکھلائے۔ آپ کا فرض اسی قدر ہے کہ خیر خواہی کی بات سنا دیں اور بُرائی کے مہلک انجام سے لوگوں کو آگاہ کر دیں۔ پہلے بھی ہر قوم کی طرف ہادی "راہ بتانے والے" اور نذیر "ڈرانیوالے" آتے رہے ہیں۔ ان میں سے کسی کا یہ دعوٰی نہیں ہوا کہ جو نشان معاندین طلب کرینگے ضرور دکھلا کر رہینگے۔ ہاں خدا کی راہ دکھانا ان کا کام تھا وہ ہی آپ کا ہے۔ البتہ وہ خاص خاص قوم کے لئے ہادی تھے آپؐ دنیا کی ہر قوم کے لئے ہیں۔

ف۴ کہ مذکر ہے یا مؤنث، پورا ہے یا ادھورا، اچھا ہے یا بُرا، و غیر ذٰلک من الاحوال۔

ف۵ یعنی حاملہ کے پیٹ میں ایک بچہ ہے یا زیادہ، پورا بن چکا ہے یا ناتمام ہے، تھوڑی مدت میں پیدا ہو گا یا زیادہ میں۔ غرض پیٹ کے گھٹنے بڑھنے کے تمام اسرار و اسباب اور اوقات و احوال کو پوری طرح جانتا ہے۔ اور اپنے علم محیط کے موافق ہر چیز کو ہر حالت میں اُسکے اندازہ اور استعداد کے موافق رکھتا ہے اسی طرح اُس نے جو آیات انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے اتاری ہیں اُن میں خاص اندازہ اور مصالح و حکم ملحوظ رہی ہیں۔ جس وقت جس قدر بنی آدم کی استعداد و صلاحیت کے مطابق نشانات کا ظاہر کرنا مصلحت تھا اُس میں کمی نہیں ہوئی۔ باقی قبول کرنے اور منتفع ہونے کے لحاظ سے لوگوں کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسے حوامل کے پیٹ سے پیدا ہونیوالوں کے احوال تفاوتِ استعداد و تربیت کی بناء پر مختلف ہوتے ہیں۔

ف۶ یہ علمِ الٰہی کی لامحدود وسعت و احاطہ کا بیان ہوا یعنی دنیا کی کوئی کھلی چھپی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں اور تمام عالم اس کے زیر تصرّف ہے۔

ف۷ علمِ الٰہی کا عموم بیان کر کے بلحاظ مناسبت مقام خاص احوال مُکلّفین کی نسبت بتلاتے ہیں کہ تمہارے ہر قول و فعل کو ہمارا علم محیط ہے۔ جو بات تم دل میں چھپاؤ یا آہستہ کہو اور جو علانیہ پکار کر کہو، نیز جو کام رات کی اندھیری میں پوشیدہ ہو کر کرو اور جو دن دھاڑے برسرِ بازار کرو، دونوں کی حیثیت علم الٰہی کے اعتبار سے یکساں ہے۔ بعض مفسّرین نے آیت کو تین قسم کے آدمیوں پر مشتمل بتلایا ہے "مَنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ" (جو بات کو چھپائے) "مَنْ جَهَرَ بِهٖ" (جو ظاہر کرے) "مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ" (جو اپنا کام رات کو چھپائے مثلاً شب کو چوری کرنا اور دن کو ظاہر کرے مثلاً دن میں نمازیں پڑھنا) اللہ تعالیٰ کو سب یکساں طور پر معلوم ہیں۔

ف۸ یعنی ہر بندہ کے ساتھ خدا کے فرشتے مامور ہیں جن میں بعض اُسکے سب اگلے پچھلے اعمال لکھتے ہیں اور بعضے خدا کے حکم کے موافق اُن بلاؤں کے دفع کرنیکا ذریعہ بنتے ہیں جن سے حق تعالیٰ بندہ کو بچانا چاہتا ہے جس طرح اس عالم میں خدا کی عام عادت ہے کہ جو چیز پیدا کرنا چاہے اُسکے ظاہری اسباب مہیا کر دیتا ہے، ایسے ہی اُس نے کچھ باطنی اسباب و ذرائع پیدا کئے ہیں جن کو ہماری آنکھیں نہیں دیکھتیں لیکن مشیت الٰہی کی تنفیذ اُن کے واسطہ سے ہوتی ہے۔ ف۹ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اُسکی طرف سے ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا۔ جب تک وہ اپنی روش اللہ کے ساتھ نہ بدلے۔ جب بدلتی ہے تو آفت آتی ہے۔ پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی۔ نہ کسی کی مدد اُس وقت کام دیتی ہے۔ (تنبیہ) یہاں قوموں کے عروج و زوال کا قانون بتایا ہے، اشخاص و افراد کا نہیں۔ قوم کی اچھی بُری حالت متعین کرنے میں اکثریت اور غلبہ کا لحاظ ہوتا ہے۔ ف۱۰ پہلے بندوں کی حفاظت کا ذکر تھا، پھر بداعمالیوں سے جو آفت و مصیبت آتی ہے اُس کا ذکر ہوا، معلوم ہوا کہ خدا کی ذات شانِ انعام و انتقام دونوں کی جامع ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں بعض ایسے نشانہائے قدرت کی طرف توجہ دلائی جن میں بیک وقت اُمید و خوف کی دو متضاد کیفیتیں پیدا کرنے کی صلاحیت ہے یعنی جب بجلی چمکتی ہے تو اُمید بندھتی ہے کہ بارش آئیگی۔ اور ڈر بھی لگتا ہے کہ کہیں گر کر ہلاکت کا سبب نہ بن جائے۔ بھاری بادل پانی کے بھرے ہوئے آتے ہیں تو خوشی ہوتی ہے کہ بارانِ رحمت کا نزول ہوگا، ساتھ ہی فکر رہتی ہے کہ پانی کا طوفان نہ آ جائے، ٹھیک اسی طرح انسان کو چاہئے کہ رحمتِ الٰہی کا اُمیدوار رہے مگر مکرُ اللہ سے مامون اور بے فکر نہ ہو۔

ف۱ یعنی گرجنے والا بادل یا فرشتہ زبانِ "حال" یا "قال" سے حق تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کرتا ہے "وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ" (بنی اسرائیل۔ رکوع ۵) اور تمام فرشتے ہیبت وخوف کے ساتھ اُسکی حمد وثنا اور تسبیح وتمجید میں مشغول رہتے ہیں۔ (تنبیہ) "رعد" و "برق" وغیرہ کے متعلق آجکل کی تحقیق یہ ہے کہ بادلوں میں "قوت کہربائیہ موجبہ" پائی جاتی ہے اور زمین میں کہربائیہ سالبہ" جو بادل زمین سے زیادہ نزدیک ہو اُس میں گاہ بگاہ زمین کی "سالب کہربائیہ" سرایت کرجاتی ہے۔ پھر اُس بادل کے اوپر بسا اوقات وہ بادل گذرتے ہیں جن میں "کہربائیہ موجبہ" موجود ہے۔ اور یہ قاعدہ تجربہ سے معلوم ہوچکا ہے کہ مختلف قسم کے "کہربائیہ" رکھنے والے دو جسم جب محاذی ہوں تو ہر ایک اپنے اندر دوسرے کی "کہربائیہ" کو جذب کرتا ہے تاکہ دونوں کی کہربائیہ متحد ہوجائے۔ اسی قاعدہ سے اُوپر نیچے والے بادل جب ایک دوسرے کی قوتِ کہربائیہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تو دونوں کے مل جانیسے شدید حرارت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اُس حرارت شدیدہ سے دونوں بادلوں کے حجم کے مناسب ایک آتشیں شعلہ اُٹھتا ہے جو "صاعقہ" کہلاتا ہے اسی صاعقہ کی چمک اور روشنی "برق" کہلاتی ہے اور ہوا میں اُسکے سرایت کرنیسے جو آواز نکلتی ہے وہ "رعد" ہے۔ "کہربا" کا یہی آتشیں شرارہ کبھی بادلوں اور ہواؤں کو پھاڑ کر نیچے گرتا ہے۔ جس کے نہایت عجیب وغریب افعال وآثار مشاہدہ کئے گئے ہیں، علاوہ اس کے کہ وہ مکانوں کو گراتا، پہاڑوں کو شق کرتا اور جانداروں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اُس نے نہایت احتیاط سے ایک آدمی کے بدن سی کپڑے اُتار کر کسی درخت کی شاخ پر رکھ دیے ہیں مگر پہننے والے کے جسم کو کچھ صدمہ نہیں پہنچا۔ (دائرۃ المعارف فرید وجدی) جسے دیکھ کر خیال گذرتا ہے کہ بجلی کے اس آتشیں شعلہ میں کوئی ذی شعور اور ذی اختیار قوت غیر مرئی طریقہ سے کام کررہی ہے۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ اوپر بیان کئے ہوئے "نظریہ" کا انکار کریں لیکن یہ بیان کرنیوالے خود اقرار کرتے ہیں کہ "روح" کی طرح "قوت کہربائیہ" کی اصل حقیقت پر بھی اس وقت تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے ارباب کشف وشہود کا بیان یہ ہے کہ تمام نظام عالم میں ظاہری اسباب کے علاوہ باطنی اسباب کا ایک عظیم الشان سلسلہ کارفرما ہے جو کچھ ہم یہاں دیکھتے ہیں وہ صرف صورت ہے لیکن اس صورت میں جو غیر مرئی حقیقت پوشیدہ ہے اُسکے ادراک تک عام لوگوں کی رسائی نہیں۔ صرف باطنی آنکھ رکھنے والے اُسے دیکھتے ہیں۔ آخر تم جو نظریات بیان کرتے ہو مثلاً یہی قوت کہربائیہ کا موجبہ سالبہ ہونا وغیرہ اُس کا علم بھی چند حکمائے طبیعیین کے سوا بلا واسطہ کس کو ہوتا ہے۔ کم از کم اتنا ہی وثوق انبیاء کے مشاہدات وتجربات پر کرلیا جائے تو بہت سے اختلافات مٹ سکتے ہیں۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرے نوامیس طبیعیہ کی طرح بادلوں اور بارشوں کے انتظامات پر بھی فرشتوں کی جماعتیں تعینات ہیں جو بادلوں کو مناسب مواقع پر پہنچانے اور ان سے حسب ضرورت ومصلحت کام لینے کی تدبیر کرتی ہیں۔ اگر تمہارے بیان کے موافق بادل اور زمین وغیرہ کی "کہربائیہ" کا مدبّر کوئی غیر مرئی فرشتہ ہو تو انکار کی کونسی وجہ ہے؟ جس کو تم "شرارۂ کہربائیہ" کہتے ہو۔ چونکہ وہ فرشتہ کے خاص تصرّف سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا اُسے وحی کی زبان میں "مخاریق من نار" (فرشتہ کا آتشیں کوڑا) کہہ دیا گیا تو کیا قیامت ہوگئی۔ اسکی شدّت اور سخت اشتعال سے جو گرج اور کڑک پیدا ہوئی اگر حقیقت کو لحاظ کرتے ہوئے اُسے فرشتہ کی ڈانٹ سے تعبیر فرمایا تو یہ نہایت ہی موزوں تعبیر ہے۔ بہرحال "سائنس" نے جس چیز کی محض صورت کو سمجھا "وحی" نے اُسکی روح اور حقیقت پر مطلع کردیا۔ کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ دونوں کو ایک دوسرے کا حریف مقابل قرار دے لیا جائے۔ علامہ محمود آلوسیؒ نے "بقرہ" کے شروع میں اس پر معقول بحث کی ہے۔ فلیراجع۔

مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَ
اُس کے ڈر سے ف۱ اور بھیجتا ہے کڑک بجلیاں پھر ڈالتا ہے جس پر چاہے اور

هُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَ
یہ لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں اور اُس کی آن سخت ہے ف۲ اُسی کا پکارنا سچ ہے اور

الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا
جن لوگوں کو یہ پکارتے ہیں اُس کے سوا وہ نہیں کام آتے اُن کے کچھ بھی مگر

كَبَاسِطِ كَفَّیْهِ اِلَی الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ
جیسے کسی نے پھیلائے دونوں ہاتھ پانی کی طرف کہ آ پہنچے اُسکے منہ تک اور وہ کبھی نہ پہنچیگا اُس تک اور جتنی پکار ہے

الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
کافروں کی سب گمراہی ہے ف۳ اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں

طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدۃ قُلْ مَنْ رَّبُّ
خوشی سے اور زور سے اور اُنکی پرچھائیاں صبح اور شام ف۴ پوچھ کون ہے رب

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ
آسمان اور زمین کا کہدے اللہ ہے کہہ پھر کیا تم نے پکڑے ہیں اُسکے سوا ایسے حمایتی جو

لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی
مالک نہیں اپنے بھلے اور بُرے کے ف۵ کہہ کیا برابر ہوتا ہے اندھا

وَالْبَصِیْرُ ۙ۬ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ۬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ
اور دیکھنے والا یا کہیں برابر ہے اندھیرا اور اُجالا ف۶ کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اللہ کیلئے

شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ
شریک کہ اُنہوں نے کچھ پیدا کیا ہے جیسے پیدا کیا اللہ نے پھر مشتبہ ہوگئی پیدائش اُن کی نظر میں کہہ اللہ ہے پیدا کرنیوالا

كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌۢ
ہر چیز کا اور وہی ہے اکیلا زبردست ف۷ اُتارا اُس نے آسمان سے پانی پھر بہنے لگے نالے

ف۲ ان جھگڑنے والوں پر عذاب کی بجلی نہ گرادے۔ حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے عرب کے ایک متکبر رئیس کے پاس آدمی بھیجا کہ اُسے میرے پاس بُلا لاؤ۔ قاصد نے اُس کو کہا کہ رسول اللہ صلعم تجھے بلاتے ہیں کہنے لگا رسول اللہ کون ہے؟ اور اللہ کیا چیز ہے؟ سونے کا ہے یا چاندی کا، یا تانبے کا؟ (العیاذ باللہ) تین مرتبہ یہی گفتگو کی۔ تیسری مرتبہ جب وہ یہ گستاخانہ کلمات بک رہا تھا، ایک بادل اُٹھا فوراً بجلی گری اور اُسکی کھوپڑی سر سے جُدا کردی۔ بعض روایات میں ہے کہ عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ ہم اسلام لاتے ہیں بشرطیکہ آپکے بعد خلافت ہم کو ملے آپؐ نے انکار فرمادیا۔ دونوں یہ کہہ کر اُٹھے کہ ہم "مدینہ" کی وادی کو آپکے مقابلہ میں پیدل اور سواروں سے بھردینگے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ اُس کو روکدیگا اور "انصار مدینہ" روکیں گے۔ وہ دونوں چلے، راستہ میں "اربد" پر بجلی گری اور عامر طاعون کی گلٹی سے ہلاک ہوا۔ (فائدہ) رعد کی آواز سُن کر کہنا چاہئے "سُبْحَانَ مَنْ یُّسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ"۔ ف۳ یعنی پکارنا اسی کو چاہئے جو ہر قسم کے نفع وضر کا مالک ہے۔ عاجز کو پکارنے سے کیا حاصل؟ اللہ کے سوا کون ہے جسکے قبضہ میں اپنا یا دوسروں کا نفع وضرر ہے؟ غیر اللہ کو اپنی مدد کے لئے بُلانا ایسا ہی جیسے کوئی پیاسا کنوئیں کی مَن پر کھڑا ہوکر پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور خوشامد کرے کہ میرے منہ میں پہنچ جا۔ ظاہر ہے قیامت تک پانی اُسکی فریاد کو پہنچنے والا نہیں۔ بلکہ اگر پانی اُسکی مٹھی میں ہو تب بھی خود چل کر منہ تک نہیں جاسکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "کافر جنکو پکارتے ہیں بعضے محض خیالات واوہام ہیں، بعضے جن اور شیاطین ہیں، اور بعضی چیزیں ہیں کہ اُن میں کچھ خواص ہیں لیکن اپنے خواص کی مالک نہیں۔ پھر اُنکے پکارنے سے کیا حاصل"؟ جیسے آگ یا پانی اور شاید ستارے بھی اسی قسم میں ہوں" (باقی برصفحہ

بقیہ صفحہ ۳۳۲ - ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جو اللہ پر یقین لایا خوشی سے سر رکھتا ہے اُسکے حکم پر اور جو یقین لایا آخر اُس پر بھی بے اختیار اُسی کا حکم جاری ہے اور پرچھائیاں صبح اور شام زمین پر پسر جاتی ہیں یہی ہے اُنکا سجدہ" مطلب یہ ہے کہ جواہر ہوں یا اعراض کوئی چیز اللہ کے حکم تکوینی سے باہر نہیں ہو سکتی اُسکے نفوذ و اقتدار کے سامنے سب منقاد اور سر بسجود ہیں۔ سایہ کا گھٹنا بڑھنا داہنے بائیں مائل ہونا سب اسی کے ارادہ اور مشیت سے ہے۔ صبح شام کا ذکر شاید اس لئے کیا کہ ان وقتوں میں زمین پر سایہ کا پھیلاؤ زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ ف۵ یعنی جب ربوبیت کا اقرار صرف خدا کے لئے کرتے ہو پھر مدد کے لئے دوسرے حمایتی کہاں سے تجویز کر لئے۔ حالانکہ وہ ذرہ برابر نفع نقصان کا مستقل اختیار نہیں رکھتے۔ ف۶ یعنی موحد و مشرک میں ایسا فرق ہے جیسے بینا اور نابینا میں اور توحید و شرک کا مقابلہ ایسا سمجھو جیسے نور کا ظلمت سے۔ تو کیا ایک اندھا مشرک جو شرک کی اندھیریوں میں پڑا ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہو اُس مقام پر پہنچ سکتا ہے جہاں ایک موحد کو پہنچنا ہے جو فہم و بصیرت اور ایمان و عرفان کی روشنی میں فطرتِ انسانی کے صاف راستہ پر چل رہا ہے؟ ہرگز دونوں ایک نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ ف۷ یعنی جیسی مخلوقات خدا تعالیٰ نے پیدا کی، کیا تمہارے دیوتاؤں نے ایسی کوئی چیز پیدا کی ہے جسے دیکھ کر اُن پر خدائی کا شبہ ہونے لگا۔ وہ تو ایک مکھی کا پَر اور ایک مچھر کی ٹانگ بھی نہیں بنا سکتے بلکہ تمام چیزوں کی طرح خود بھی اسی اکیلے زبردست خدا کی مخلوق ہیں۔ پھر ایسی عاجز و مجبور چیزوں کو خدائی کے تخت پر بٹھا دینا کس قدر گستاخی اور شوخ چشمی ہے۔

بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ
اپنی اپنی موافق پھر اوپر لے آیا وہ نالا جھاگ پھولا ہوا اور جس چیز کو دھونکتے ہیں آگ

فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ
میں واسطے زیور کے یا اسباب کے اُس میں بھی جھاگ ہے ویسا ہی یوں بیان کرتا ہے اللہ

الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ
حق اور باطل کو سو وہ جھاگ تو جاتا رہتا ہے سوکھ کر اور وہ جو کام آتا ہے

النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿۱۷﴾
لوگوں کے سو باقی رہتا ہے زمین میں اِس طرح بیان کرتا ہے اللہ مثالیں ف۱

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا
جنہوں نے مانا اپنے رب کا حکم اُن کے واسطے بھلائی ہے ف۲ اور جنہوں نے اُس کا حکم نہ مانا

لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا
اگر اُن کے پاس ہو جو کچھ کہ زمین میں ہے سارا اور اتنا ہی اُسکے ساتھ اور تو سب دیویں اپنے

بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ
بدلہ میں ف۳ اُن لوگوں کے لئے ہے بُرا حساب ف۴ اور ٹھکانا اُن کا دوزخ ہے اور وہ بُری

الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ
آرام کی جگہ ہے بھلا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھ اُترا تجھ پر تیرے رب سے حق ہے

كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِينَ يُوفُونَ
برابر ہو سکتا ہے اُسکے جو کہ اندھا ہے سمجھتے وہی ہیں جن کو عقل ہے ف۵ وہ لوگ جو پورا کرتے ہیں

بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا
اللہ کے عہد کو اور نہیں توڑتے اُس عہد کو ف۶ اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کو

أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾
اللہ نے فرمایا ملانا ف۷ اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں بُرے حساب کا ف۸

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ آسمان کی طرف سے بارش اُتری جس سے ندی نالے بہہ پڑے۔ ہر نالے میں اُس کے ظرف اور گنجائش کے موافق جتنا خدا نے چاہا پانی جاری کر دیا، چھوٹے میں کم بڑے میں زیادہ۔ پانی جب زمین پر رواں ہوا تو مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے سے گدلا ہو گیا۔ پھر میل کچیل اور جھاگ پھول کر اُوپر آیا۔ جیسے تیز آگ میں چاندی تانبا، لوہا، اور دوسری معدنیات پگھلاتے ہیں تا زیور، برتن اور ہتھیار وغیرہ تیار کریں اُس میں بھی اسی طرح جھاگ اُٹھتا ہے مگر تھوڑی دیر بعد خشک یا منتشر ہو کر جھاگ جاتا رہتا ہے اور جو اصلی کار آمد چیز تھی (یعنی پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات) وہ ہی زمین میں یا زمین والوں کے ہاتھ میں باقی رہ جاتی ہے۔ جس سے مختلف طور پر لوگ منتفع ہوتے ہیں۔ یہ ہی مثال حق و باطل کی سمجھ لو۔ جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اُترتی ہے تو قلوب بنی آدم اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں۔ پھر حق اور باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو مَیل اُبھر آتا ہے۔ بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبا لیتا ہے لیکن اُس کا یہ اُبال عارضی اور بے بنیاد ہے۔ تھوڑی دیر بعد اُس کے جوش و خروش کا پتہ نہیں رہتا۔ خدا جانے کدھر گیا۔ جو اصلی اور کار آمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوئی تھی (یعنی حق و صداقت) بس وہ ہی رہ گئی۔ دیکھو! خدا کی بیان کردہ مثالیں کیسی عجیب ہوتی ہیں۔ کیسے مؤثر طرز میں سمجھایا کہ دنیا میں جب حق و باطل بھڑتے ہیں یعنی دونوں کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے تو گو برائے چندے باطل اُونچا اور پھولا ہوا نظر آئے، لیکن آخرکار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر و غالب ہو کر رہیگا۔ کسی مومن کو باطل کی عارضی نمائش سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ اسی طرح کسی انسان کے دل میں جب حق اُتر جائے کچھ دیر کے لئے اوہام و وساوس زور شور دکھلائیں تو گھبرانے کی بات نہیں، تھوڑی دیر میں یہ اُبال بیٹھ جائیگا اور خالص حق ثابت و مستقر رہیگا۔ گذشتہ آیات میں چونکہ توحید و شرک کا مقابلہ کیا گیا تھا اس مثال میں حق و باطل کے مقابلہ کی کیفیت بتلا دی، آگے دونوں کا انجام بالکل کھول کر بیان کرتے ہیں۔

ف۲ یعنی ایمان و عمل صالح اختیار کیا اُن کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے، حقیقی خوشی اور قلبی طمانیت و سکون اُن کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

ف۳ یعنی یہاں تو خیر جس طرح گذرے لیکن آخرت میں اُن کی حالت ایسی پریشانی اور گھبراہٹ کی ہوگی کہ اگر تمام دنیا کے خزانے اُن کے ہاتھ میں ہوں بلکہ اسی قدر اور بھی تو تمنا کرینگے کہ ہم یہ سب فدیہ میں دیکر اس پریشانی سے چھوٹ جائیں وَاَنّٰى لَهُمْ ذٰلِكَ۔ ف۴ یعنی حساب میں کسی قسم کی رعایت اور درگذر نہ ہوگی ایک ایک بات پر پوری طرح پکڑے جائینگے۔ ف۵ مومن و کافر دونوں کا الگ الگ انجام ذکر فرمانے کے بعد متنبہ کرتے ہیں کہ ایسا ہونا عین عقل و حکمت کے موافق ہے۔ کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک نپٹ اندھا جسے کچھ نظر نہ آئے یوں ہی اناپ شناپ اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھا رہا ہو اُس شخص کی برابری کر سکتا ہے جس کے دل کی آنکھیں کھلی ہیں اور پوری بصیرت کے ساتھ حق کی روشنی سے مستفید ہو رہا ہے۔ ف۶ یعنی اللہ سے جو عہد ازل میں ہو چکا ہے (عہد الست) جس پر انسان کی فطرت خود گواہ ہے اور جو انبیاء کی زبانی عہد لئے گئے اُن سب کو پورا کرتے ہیں۔ کسی کو توڑتے نہیں۔ نیز بذاتِ خود کسی معاملہ میں خدا سے یا بندوں سے جو عہد و پیمان باندھتے ہیں (بشرطیکہ معصیت نہ ہو) اُسکی خلاف ورزی نہیں کرتے۔
ف۷ یعنی صلہ رحم کرتے ہیں۔ یا ایمان کو عمل کے ساتھ یا حقوق العباد کو حقوق اللہ کے ساتھ ملاتے ہیں، یا اسلامی اخوت کو قائم رکھتے ہیں۔ یا انبیاء علیہم السلام میں تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں۔ ف۸ یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تصور کر کے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اور یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں جب ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا، کیا صورت پیش آئے گی۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا
اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا خوشی کو اپنے رب کی ف۱ اور قائم رکھی نماز اور خرچ کیا

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ
ہمارے دیے میں سے پوشیدہ اور ظاہر ف۲ اور کرتے ہیں بُرائی کے مقابلہ میں بھلائی ف۳ اُن

لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ
لوگوں کے لئے ہے آخرت کا گھر باغ ہیں رہنے کے ف۴ داخل ہونگے اُن میں اور جو نیک ہوئے اُنکے

اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ
باپ دادوں میں اور جوروؤں میں اور اولاد میں ف۵ اور فرشتے آئیں اُن کے پاس

مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾
ہر دروازے سے کہیں گے سلامتی تم پر بدلے اِسکے کہ تم نے صبر کیا، سو خوب ملا عاقبت کا گھر ف۶

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ
اور جو لوگ توڑتے ہیں عہد اللہ کا مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں

مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ
اُس چیز کو جس کو فرمایا اللہ نے جوڑنا اور فساد اُٹھاتے ہیں ملک میں، ایسے لوگ

لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
اُن کے واسطے ہے لعنت، اور اُنکے لئے ہے بُرا گھر ف۷ اللہ کشادہ کرتا ہے روزی جس کو چاہے

وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ
اور تنگ کرتا ہے ف۸ اور فریفتہ ہیں دنیا کی زندگی پر اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں آخرت کے آگے

اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ
مگر متاع حقیر ف۹ اور کہتے ہیں کافر کیوں نہ اُتری اُس پر کوئی نشانی اُس کے

رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾
رب سے کہدے اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے اور راہ دکھلاتا ہے اپنی طرف اُسکو جو رجوع ہوا ف۱۰

ع ۳

ف۱ یعنی مصائب و شدائد اور دنیا کی مکروہات پر صبر کیا کسی سختی سے گھبرا کر طاعت کے راستہ سے قدم نہیں ہٹایا نہ معصیت کی طرف جھکے اور یہ صبر و استقلال محض حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دکھلایا، اس لئے نہیں کہ دنیا اُنہیں بہت صابر اور مستقل مزاج کہے۔ نہ اس لئے کہ بجز صبر کے چارہ نہ رہا تھا مجبور ہو گئے تو صبر کرکے بیٹھ رہے۔ ف۲ پوشیدہ کو شاید اس لئے مقدم رکھا کہ پوشیدہ خیرات کرنا افضل ہے۔ اِلّا یہ کہ کہیں مصلحت شرعی علانیہ دینے میں ہو۔ ف۳ یعنی بُرائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں۔ سختی کے مقابلہ میں نرمی برتتے ہیں کوئی ظلم کرتا ہے یہ معاف کرتے ہیں (بشرطیکہ معافی سے بُرائی کے ترقی کرنے کا اندیشہ نہ ہو) بدی سے بچ کر نیکی اختیار کرتے ہیں۔ اگر کبھی کوئی بُرا کام ہو جاتا ہے تو اُسکے مقابلہ میں بھلا کام (یعنی توبہ) اور اس گناہ کی تلافی کرتے ہیں۔ ف۴ یعنی جن میں ہمیشہ رہینگے۔ ف۵ "آباء" کا لفظ تغلیباً کہا ہے جس میں اُمہات (مائیں) بھی شامل ہیں۔ یہ جنت کی بشارت کے ساتھ مزید خوشخبری سنائی کہ ایسے کاملین کو جن کی خصال اوپر بیان ہوئیں، جنت میں ایک نعمت و مسرت یہ حاصل ہوگی کہ وہ اور اُن کے ماں باپ، اولاد، بیویاں، جو اپنی نیکی کی بدولت دخول جنت کے لائق ہوں سب اکٹھے رہیں گے۔ حتیٰ کہ ان متعلقین میں سے اگر کوئی کم رُتبہ ہو گا تو حق تعالیٰ اپنی نوازش و مہربانی سے درجہ بڑھا کر اُس مرد کامل سے نزدیک کر دیگا۔ "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" (طور۔ رکوع ۱) اس سے معلوم ہوا کہ بدون ایمان و عمل صالح کے محض کاملین کی قرابت کافی نہیں۔ ہاں ایمان و عمل صالح موجود ہو تو تعلق قرابت سے کچھ ترقی درجات ممکن ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۶ صحیح حدیث میں جنت کے آٹھ دروازے بیان ہوئے ہیں مطلب یہ ہے کہ اُن کاملین کی تعظیم و تکریم کے لئے خدا کے پاک فرشتے ہر طرف سے تحائف و ہدایا لیکر حاضر ہونگے۔ احادیث میں ہے کہ خلق اللہ میں سے اوّل وہ فقراء مہاجرین جنت میں داخل ہونگے جو سختیوں اور لڑائیوں میں سینہ سپر ہوتے اور رخنہ بندی کے وقت کام آتے تھے۔ جو حکم اُن کو ملتا اُس کی تعمیل کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے۔ دنیا کی حاجتیں اور دل کے ارمان دل ہی میں لیکر یہاں سے رخصت ہو گئے۔ قیامت کے دن حق تعالیٰ فرمائیگا میرے وہ بندے کہاں ہیں (حاضر ہوں) جو میرے راستہ میں لڑے، میرے لئے تکلیفیں اُٹھائیں اور جہاد کیا۔ جاؤ جنت میں بے کھٹکے داخل ہو جاؤ۔ پھر ملائکہ کو حکم ہو گا کہ میرے اِن بندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کرو۔ وہ عرض کرینگے خداوندا! ہم تیری بہترین مخلوق ہیں کیا ہم بارگاہ قرب کے رہنے والونکو حکم دیتے ہیں کہ ان زمینی باشندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کریں۔ ارشاد ہو گا، ہاں یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے توحید پر جان دی، دنیا کے سب ارمان اپنے سینوں میں لیکر چلے آئے، میرے راستہ میں جہاد کیا اور ہر تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے رہے۔ یہ سُن کر فرشتے ہر طرف سے انکی خدمت میں حاضر ہونگے اور کہینگے "سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ"۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلعم ہر سال کے آغاز میں قبور شہداء پر تشریف لے جاتے اور فرماتے "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ"۔ یہ ہی طرز عمل ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم کا رہا۔

ف۷ سُعداء کے مقابل یہاں اشقیاء کی عادات و خصال اور آخری انجام بتلایا ہے۔ ان کا کام یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بدعہدی کریں، جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم تھا، انہیں توڑیں، ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائیں دوسروں پر اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے نہ رکیں یہ ہی لوگ ہیں جو خدا کی رحمت سے دور پھینک دیے گئے اور سب سے زیادہ بُرے مقام پر پہنچنے والے ہیں۔

ف۸ یعنی دنیا کے عیش و فراخی کو دیکھ کر سعادت و شقاوت کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ نہ یہ ضروری ہے کہ جس کو دنیا میں خدا نے رزق اور پیسہ زیادہ دیا ہے وہ اُسکی بارگاہ میں مقبول ہو۔ بہت سے مقبول بندے بطور آزمائش و امتحان یہاں عسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں اور مردود مجرموں کو ڈھیل دی جاتی ہے وہ مزے اُڑاتے ہیں۔ یہ ہی دلیل اسکی ہے کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جہاں ہر شخص کو اسکی نیک و بد اعمال کا پورا پھل مل کر رہیگا۔ بہرحال دنیا کی تنگی و فراخی مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتا۔ ف۹ یعنی اسی کو مقصود سمجھ کر اتراتے اور اکڑتے ہیں۔ حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی محض ہیچ ہے جیسے ایک شخص اپنی انگلی سے سمندر کو چھوئے تو وہ تری جو انگلی کو پہنچی ہے سمندر کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے۔ دنیا کی آخرت کے مقابل اتنی بھی حقیقت نہیں۔ لہذا عقلمند کو چاہئے کہ فانی پر باقی کو مقدم رکھے حقیقت یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے بذات خود مقصود نہیں۔ یہاں کے سامانوں سے اس طرح تمتع کرو جو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا۔ ف۱۰ سیکڑوں نشان دیکھتے تھے مگر وہ ہی مرغی کی ایک ٹانگ پکڑی ہوئی تھی کہ جو ہم کہتے جائیں وہ نشان دکھاؤ۔ مثلاً مکہ کے پہاڑوں کو ذرا اپنی جگہ سے سرکا کر کھیتی باڑی کے لئے زمین وسیع کر دو۔ یا زمین کو پھاڑ کر چشمے اور نہریں نکال دو یا ہمارے پُرانے بزرگوں کو دوبارہ زندہ کرکے ہم سے بات چیت کرا دو۔ غرض کوئی نشان ایسا دکھلاؤ جو ہم کو ایمان لانے پر مجبور کر دے۔ اُس کا جواب دیا کہ بیشک خدا ایسے نشان دکھلانے پر قدرت رکھتا ہے لیکن اُسکی حکمت و عادت مقتضی نہیں کہ تمہاری فرمائشیں پوری کیا کرے۔ پیغمبروں کی تصدیق کے لئے جس قدر ضرورت ہے اس سے زائد نشانات دکھلا چکا اور دکھلا رہا ہے۔ دوسرے سیکڑوں معجزات سے قطع نظر کرکے اکیلا قرآن ہی کیسا عظیم الشان نشان پیغمبر کی صداقت کا ہے۔ جب تم ان نشانوں کو دیکھ کر راہ راست پر نہ آئے اور حق کی طرف رجوع نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ قدیم قانون کے موافق خدا کی مشیت یہ ہی ہے کہ تم کو تمہاری پسند کردہ گمراہی میں چھوڑے رکھے۔ بلاشبہ اگر تم اتنے بڑے بڑے نشان دیکھ کر اُسکی طرف رجوع ہوتے تو وہ اپنی عادت کے

(باقی صفحہ ۳۳۵ پر)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۳۴- موافق تم کو آگے بڑھاتا اور حقیقی کامیابی تک پہنچنے کی راہیں دکھاتا- جب تم نے خود یہ نہ چاہا تو اُسکی حکمت بھی اسی کو مقتضی ہے کہ تمہیں مجبور نہ کرے- پھر فرمائشی نشان دکھلانے کی کیا ضرورت رہی، بلکہ نہ دکھلانے میں تمہارا فائدہ ہے کیونکہ سُنۃ اللہ یہ ہے کہ فرمائشی نشان اُسی وقت دکھلائے جاتے ہیں جب کسی قوم کا تباہ کرنا مقصود ہو- حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا، اے محمدؐ اگر تم چاہو تو ہم ان کو فرمائشی نشان دکھلادیں، اُس پر بھی نہ مانیں تو ایسا عذاب بھیجا جائیگا جو دنیا میں کسی پر نہ آیا ہو- اور اگر تم چاہو تو رحمت و توبہ کا دروازہ کھُلا رکھیں- آپؐ نے دوسری شق کو اختیار فرمایا چنانچہ یہی معاندانہ فرمائشیں کرنیوالے بہت سے بعد کو مسلمان ہو گئے۔

فوائد صفحہ ہذا- **ف۱** یہ خدا کی طرف رجوع ہونیوالوں کا بیان ہوا یعنی اُن کو دولتِ ایمان نصیب ہوتی ہے اور ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے چین اور اطمینان حاصل کرتے ہیں- کیونکہ سب سے بڑا ذکر تو قرآن ہے- اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ "جسے پڑھ کر اُنکے دلوں میں یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے شبہات اور وساوس شیطانیہ دُور ہو کر سکون و اطمینان میسّر آتا ہے- ایک طرف اگر حق تعالیٰ کی عظمت و مہابت دلوں میں خوف و خشیت پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف لامحدود رحمت و مغفرت کا ذکر قلبی سکون و راحت کے سامان بہم پہنچاتا ہے- غرض اُن کا دل ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کی طرف جم جاتا ہے اور ذکر اللہ کا نور اُن کے قلوب سے ہر طرح کی دنیوی وحشت اور گھبراہٹ کو دُور کر دیتا ہے۔ **ف۲** یعنی دولت، حکومت، منصب، جاگیر یا فرمائشی نشانات کا دیکھ لینا، کوئی چیز انسان کو حقیقی سکون و اطمینان سے ہم آغوش نہیں کر سکتی- صرف یادِ الٰہی ہے جو تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے وہ ہی ہے جو دلوں کے اضطراب و وحشت کو دُور کر سکتا ہے۔

ف۳ مترجم محقق رحؒ نے "طُوبیٰ" کے لغوی معنی لئے ہیں اسی کے اندر جنت کا وہ درخت بھی آگیا جسے حدیث صحیح میں "طوبیٰ" کے نام سے موسوم فرمایا ہے-

ف۴ یعنی جس طرح ہم اپنی طرف رجوع ہونیوالوں کو کامیابی کی راہ دکھاتے ہیں- اسی طرح اِس اُمّت کی رہنمائی کے لئے ہم نے تجھے مبعوث کیا- تا جو کتاب اپنی رحمت کاملہ سے تجھ پر اتاری ہے آپ ان کو پڑھ کر سُنا دیں- آپ کا پیغمبر بنا کر بھیجا جانا کوئی انوکھی بات نہیں، پہلی اُمتوں کی طرف بھی پیغمبر بھیجے جا چکے ہیں جو اُس وقت تکذیب کرنیوالوں کا حشر ہوا ان لوگوں کو بھی پیش نظر رہنا چاہیئے۔

ف۵ یعنی رحمان نے اپنی رحمت کاملہ سے قرآن اُتارا- "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ" اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا- مگر انہوں نے سخت ناشکری اور کفرانِ نعمت پر کمر باندھ لی- رحمان کا حق ماننے سے منکر ہو گئے بلکہ اِس نام سے ہی وحشت کھانے لگے- اسی لئے "حدیبیہ" کے صلحنامہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے پر جھگڑا کیا- "وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ" (فرقان- رکوع ۵)

ف۶ یعنی جس رحمٰن سے تم انکار کرتے ہو وہ ہی میرا رب ہے اور وہ ہی اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں- "قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى" (بنی اسرائیل- رکوع ۱۲) میرا آغاز و انجام سب اُسی کے ہاتھ میں ہے میں اُسی پر توکل کرتا ہوں- نہ تمہارے انکار و تکذیب سے مجھے ضرر کا اندیشہ ہے نہ اُسکی امداد و اعانت سے مایوس ہوں-

ف۷ یہاں قرآن سے مراد عام کتاب ہے جیسا کہ ایک حدیث صحیح میں "زبور" پر لفظ قرآن کا اطلاق ہوا ہے یعنی اگر کوئی کتاب ایسی اتاری جاتی جس سے تمہارے یہ فرمائشی نشان پورے ہو جاتے تو وہ بجز اِس قرآن کے اور کونسی ہو سکتی تھی- یہ ہی قرآن ہے جس نے رُوحانی طور پر پہاڑوں کی طرح جمے ہوئے لوگوں کو اُن کی جگہ سے ہٹا دیا- قلوب بنی آدم کی زمینوں کو پھاڑ کر معرفت الٰہی کے چشمے جاری کر دیے- وصول الی اللہ کے راستے برسوں کی جگہ منٹوں میں طے کرائے- مُردہ قوموں اور دلوں میں ابدی زندگی کی رُوح پھونک دی- جب ایسے قرآن سے تم کو شفاء و ہدایت نصیب نہ ہوئی تو فرض کرو تمہاری طلب کے موافق اگر یہ قرآن مادی اور حسّی طور پر بھی وہ سب چیزیں دکھلا دیتا جن کی فرمائش کرتے ہو- تب ہی کیا امید تھی کہ تم ایمان لے آتے اور نئی حجتیں اور کج بحثیاں شروع نہ کرتے، تم ایسے ضدی اور سرکش واقع ہوئے ہو کہ کسی نشان کو دیکھ کر ایمان لانے والے نہیں- اصل یہ ہے کہ سب کام (ہدایت و اضلال) اللہ کے ہاتھ میں ہیں- جسے وہ نہ چاہے قیامت تک ہدایت نہیں ہو سکتی لیکن وہ اسی کو چاہتا ہے جو اپنی طرف سے قبول حق کی خواہش اور تڑپ رکھتا ہو۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ

وہ لوگ جو ایمان لائے اور چین پاتے ہیں اُن کے دل اللہ کی یاد سے **ف۱** سنتا ہے اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں

الْقُلُوْبُ ؕ ﴿۲۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

دل **ف۲** جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے اچھے خوشحالی ہے اُنکے واسطے اور اچھا ٹھکانا **ف۳**

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ

اسی طرح تجھ کو بھیجا ہم نے ایک اُمّت میں کہ گذر چکی ہیں اس سے پہلے بہت اُمتیں تاکہ سنا دے تُو اُن کو

الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ

جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف **ف۴** اور وہ منکر ہوتے ہیں رحمٰن سے **ف۵** تو کہہ وہی رب میرا ہے

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا

کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اُسی کی طرف آتا ہوں رجوع کر کے **ف۶** اور اگر کوئی قرآن ہوا ہوتا کہ

سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ

چلیں اُس سے پہاڑ یا ٹکڑے ہووے اُس سے زمین یا بولیں اُس سے مُردے

بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ

تو کیا ہوتا بلکہ سب کام تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں **ف۷** سو کیا خاطر جمع نہیں ایمان والوں کو اِس پر اگر چاہے

اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ

اللہ تو راہ پر لائے سب لوگوں کو **ف۸** اور برابر پہنچتا رہے گا منکروں کو

بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ

اُن کی کرتوت پر صدمہ یا اُتریگا اُن کے گھر سے نزدیک جب تک کہ پہنچے وعدہ

اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ

اللہ کا بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ **ف۹** اور ٹھٹھا کر چکے ہیں کتنے رسولوں سے

مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ

تجھ سے پہلے سو ڈھیل دی میں نے منکروں کو پھر اُن کو پکڑ لیا سو کیسا

ف۸ شاید بعض مسلمانوں کو خیال گذرا ہو گا کہ ایک مرتبہ اُنکی فرمائش ہی پوری کر دی جائے شاید ایمان لے آئیں اُنکو سمجھایا کہ خاطر جمع رکھو اگر خدا چاہے تو بدون ایک نشان دکھلائے ہی سب کو راہِ راست پر لے آئے لیکن یہ اُسکی عادت و حکمت کے خلاف ہے اُسنے انسان کو ایک حد تک کسب و اختیار کی آزادی دیکر ہدایت کے کافی اسباب فراہم کر دیے، جو چاہے اُن سے منتفع ہو- کیا ضرور ہے کہ اُن کی فرمائشیں پوری کی جائیں باوجود کافی سامان ہدایت موجود ہونیکے اگر معاندین نہیں مانتے اور اپنے ایمان کو بیہودہ فرمائشوں پر معلق کرتے ہیں- تو ہم نے یہ ارادہ بھی نہیں کیا کہ ساری دنیا کو ضرور منوا ہی دیا جائے آخر "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" والی بات بھی تو پوری ہو کر رہیگی۔ **ف۹** یعنی یہ کفارِ مکہ فرمائشی نشانوں سے ماننے والے نہیں- یہ تو اس طرح مانیں گے کہ برابر کوئی آفت و مصیبت خود ان پر یا انکے آس پاس والوں پر پڑتی رہیگی جسے دیکھ کر یہ عبرت حاصل کریں مثلاً جہاد میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے کچھ قتل ہونگے کچھ قید کیے جائینگے کچھ دوسری طرح کے مصائب کا شکار ہونگے، یہ ہی سلسلہ رہیگا- جب تک خدا کا وعدہ پورا ہو یعنی مکہ فتح ہو اور "جزیرۃ العرب" شرک کی گندگی سے پاک و صاف ہو جائے بیشک خدا کا وعدہ اٹل ہے، پورا ہو کر رہیگا بعض مفسرین نے اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ میں رسول اللہ صلعم کی طرف خطاب مانا ہے یعنی آپ انکی بستی کے قریب اُترینگے جیسا کہ حدیبیہ میں ہوا- اُس وقت "قارعہ" سے وہ سرایا مراد ہونگے جن میں آپ بنفسِ نفیس شریک نہ ہوتے تھے بعض سلف سے منقول ہے کہ آیت تمام کفار کے حق میں عام ہے- مکہ والوں کی

ف۱ یعنی سزا ملنے میں دیر ہو تو مت سمجھو کہ چھوٹ گئے، گذشتہ مجرموں کو بھی پہلے ڈھیل دی گئی، پھر جب پکڑا تو دیکھ لو کیا حشر ہوا۔ آج تک اُن کی تباہی کی داستانیں زبانوں پر ہیں۔
ف۲ یعنی جو خدا ہر شخص کے ہر عمل کی ہر وقت نگرانی رکھتا ہے، ایک لمحہ کسی سے غافل نہیں۔ ذرا کوئی شرارت کرے اُسی وقت تنبیہ کر سکتا اور سزا دے سکتا ہے کیا مجرم اُس سے چھوٹ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں؟ یا اُس کی مثل پتھر کی وہ مورتیاں ہو سکتی ہیں جو نہ دیکھتی ہیں نہ سنتی ہیں۔ نہ اپنے یا دوسرے کے نفع وضرر کا کچھ اختیار رکھتی ہیں تعجب ہے کہ ایسے خدا کی موجودگی میں انسان ایسی عاجز وحقیر مخلوق کے آگے سر جھکائے اور اُس کو خدائی کے اختیارات تفویض کر دے۔ اس ظلم کی بھی کوئی انتہا ہے کہ علیم الکل اور بہمہ صفت موصوف خدا کے شریک وہ ہوں جنہیں خود اپنے وجود کی خبر نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ جو کچھ ہم خفیہ یا علانیہ کرتے ہیں سب خدا کی آنکھ کے سامنے ہے۔ لوگوں کی ان مشرکانہ گستاخیوں سے وہ بے خبر نہیں۔ جلد یا بدیر سزا مل کر رہیگی۔ ف۳ یعنی ذرا آگے بڑھ کر اُن شرکاء کے نام تو لو اور پتے تو بتاؤ، کیا خداوند قدوس کی یہ صفات سنکر جو اُوپر بیان ہوئیں کوئی حیادار اُن پتھروں کا نام بھی لے سکتا ہے؟ اور بے حیائی سے "لات" "وعزّیٰ" کے نام لینے لگو تو کیا کوئی عاقل اُدھر التفات کر سکتا ہے؟

كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَ
تھا میرا بدلہ ف۱ بھلا جو لئے کھڑا ہے ہر کسی کے سر پر جو کچھ اُس نے کیا ہے اور

جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى
مقرر کرتے ہیں اللہ کیلئے شریک ف۲ کہہ اُن کا نام لو ف۳ یا اللہ کو بتلاتے ہو جو وہ نہیں جانتا

الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ
زمین میں ف۴ یا کرتے ہو اوپر ہی اوپر باتیں ف۵ یہ نہیں بلکہ بھلے سُجھا دیے ہیں منکروں کو اُنکے فریب

وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾
اور وہ روک دیے گئے ہیں راہ سے ف۶ اور جس کو گمراہ کرے اللہ سو کوئی نہیں اُسکو راہ بتانیوالا ف۷

لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا
اُن کو مار پڑتی ہے دنیا کی زندگی میں ف۸ اور آخرت کی مار تو بہت ہی سخت ہے اور کوئی نہیں

لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿٣٤﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ
اُن کو اللہ سے بچانے والا ف۹ حال جنت کا جس کا وعدہ ہے پرہیزگاروں کو

تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ
بہتی ہیں اُس کے نیچے نہریں میوہ اُس کا ہمیشہ ہے ف۱۰ اور سایہ بھی ف۱۱ یہ

عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ
بدلہ ہے اُن کا جو ڈرتے رہے ف۱۲ اور بدلہ منکروں کا آگ ہے ف۱۳ اور وہ لوگ جن کو

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ
ہم نے دی ہے کتاب خوش ہوتے ہیں اُس سے جو نازل ہوا تجھ پر ف۱۴ اور بعضے فرقے

مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ
نہیں مانتے اُسکی بعضی بات ف۱۵ کہہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ بندگی کروں اللہ کی اور شریک نہ کروں

بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿٣٦﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا
اُس کا، اسی کی طرف بُلاتا ہوں اور اُسی کی طرف ہے میرا ٹھکانا ف۱۶ اور اسی طرح اُتارا ہم نے یہ کلام حکم

ف۴ یعنی خدا کو تمام رُوئے زمین پر اپنی خدائی کا کوئی شریک (حصہ دار) معلوم نہیں (کیونکہ ہے ہی نہیں جو معلوم ہو) کیا تم اُسے وہ چیز بتلاؤ گے جسے وہ نہیں جانتا؟ (العیاذ باللہ) (تنبیہ) زمین کی قید اس لئے لگائی کہ بُت پرستوں کے نزدیک شرکاء (اصنام) کی قیامگاہ یہ ہی زمین تھی۔ ابو حیان نے "لَا يَعْلَمُ" کی ضمیر "مَا" کی طرف لوٹائی ہے یعنی کیا خدا کو بتلاتے ہو کہ آپ کی خدائی کے حصہ دار وہ بُت ہیں جو ادنیٰ سا علم بھی نہیں رکھتے۔
ف۵ پہلے فرمایا تھا اُن شرکاء کا ذرا نام لو، پھر متنبہ فرمایا کہ جس چیز کا واقع میں ثبوت ہی نہیں اُس کا نام کیا لیا جا سکتا ہے؟ اب بتلاتے ہیں کہ کسی چیز کو خدا کا شریک ٹھہرانا خالی الفاظ اور صوت محض ہے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہیں۔ مجرّد ظن وتخمین اور باطل اوہام سے چند بے معنی الفاظ بامعنی نہیں بن جاتے۔ شاید "بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ" میں اِدھر بھی اشارہ ہو کہ جو مشرکانہ باتیں وہ کر رہے ہیں اگر کورانہ تقلید وتعصب سے خالی ہو کر اپنے ضمیر کی طرف رجوع کریں تو خود اُن کا ضمیر بھی ان لغویات سے انکار کریگا۔ اس لئے کہنا چاہئے کہ یہ سب اُوپر اُوپر کی باتیں ہیں۔ جن کو انسانی ضمیر اور انسانی فطرت دونوں مردود ٹھہرا چکے ہیں۔
ف۶ یعنی کچھ بھی نہیں۔ شرک کی حمایت میں اُن کی یہ مستعدی اور توحید کے مقابلہ میں اس قدر جد وجہد خالی نفس کا دھوکہ اور شیطان کا فریب ہے، اسی نے اُن کو راہِ حق سے روک دیا ہے۔
ف۷ یعنی جسے خدا ہدایت کی توفیق نہ دے اسے کون راہ پر لا سکتا ہے، اور وہ اُسی کو توفیق دیتا ہے جو باختیارِ خود ہدایت کے دروازے اپنے اُوپر بند نہ کر لے۔
ف۸ مجاہدین کے ہاتھوں سے یا بلا واسطہ قدرت کی طرف سے۔
ف۹ یعنی بے سزا دیے چھوڑیگا نہیں۔ پھر وہاں کی سزا کا کیا پوچھنا۔
ف۱۰ جسکی کوئی نوع کبھی ختم نہ ہوگی اور ہمیشہ وہ ہی ملیگا جسکی خواہش کرینگے "لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ" (واقعہ۔ رکوع ۱)
ف۱۱ یعنی سایہ بھی ہمیشہ آرام دہ رہیگا۔ نہ کبھی دھوپ کی تپش ہوگی نہ سردی کی تکلیف۔ "لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا" (دھر رکوع ۱)
ف۱۲ یعنی خدا سے ڈر کر شرک وکفر کو چھوڑے رکھا۔
ف۱۳ اہلِ حق اور اہلِ باطل کا انجام ایک دوسرے کے بالمقابل بیان فرمایا۔ "وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ"۔
ف۱۴ جن کو اب قرآن دیا ہے (یعنی مسلمان) اور جنکو پہلے "تورات" و "انجیل" وغیرہ دی گئی (یعنی یہود ونصاریٰ) اُس چیز کو سُن کر خوش ہوتے ہیں جو آپؐ پر نازل کی گئی مسلمانوں کا خوش ہونا تو ظاہر ہے کہ وہ اسی کتاب کو فلاحِ دارین کی کلید جانتے تھے، باقی یہود ونصاریٰ میں جو لوگ اہلِ علم وانصاف اور فی الجملہ حق پرست تھے اُنکے لئے بھی ایک طرح مسرّت کا موقع تھا کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ قرآن کریم کیسی فراخدلی سے اُن کی اصل کتابوں کی تصدیق اور اُن کے انبیاء کی تعریف وتعظیم میں رطب اللسان ہے بلکہ سچے احبار ورُہبان کے وجود کو بھی معرضِ مدح میں پیش کرتا ہے "ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا"۔ چنانچہ اسی قسم کے منصف وحق پرست یہود ونصاریٰ آخرکار مشرف باسلام ہوئے۔ ف۱۵ یعنی یہود ونصاریٰ یا عرب کے جاہلوں میں وہ جماعتیں بھی ہیں جو قرآن سے اس لئے ناخوش ہیں کہ انہیں اُسکی بعض چیزوں سے انکار ہے اور یہ وہی چیزیں ہیں جو اُن کی تحریف وتبدیل یا آراء واہواء کے خلاف قرآن نے بیان کی ہیں۔ ف۱۶ یعنی کوئی خوش ہو یا ناخوش میں تو اُسی خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کرتا ہوں جس کو سب انبیاء اور ملل بالاتفاق مانتے چلے آئے۔ اُسی کے احکام ومرضیات کی طرف ساری دنیا کو دعوت دیتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ میرا انجام اُسی کے ہاتھ میں ہے، میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، وہیں میرا ٹھکانا ہے وہ ہی مجھ کو آخرکار غالب ومنصور اور مخالفین کو مغلوب ورسوا کریگا۔ لہٰذا کسی کے خلاف وانکار کی مجھے قطعاً پروا نہیں۔

ف١ یعنی جیسے پیشتر دوسری کتابیں اُتاری گئیں اس وقت یہ قرآن اُتارا جو عظیم الشان معارف وحکم پر مشتمل اور حق وباطل کا آخری فیصلہ کرنیوالا ہے۔ پھر جس طرح ہر پیغمبر کو اُسی زبان میں کتاب دیگئی جو اُسکی قومی زبان تھی۔ ایسے ہی محمدؐ عربی صلعم کو عربی قرآن دیا گیا۔ بلاشبہ قرآن جیسی معجز وجامع کتاب ایسی ہی زبان میں نازل ہونی چاہیئے تھی، جو نہایت بلیغ، وسیع، جامع، منضبط، واضح، پُرمغز اور پُرشوکت ہونے کی وجہ سے "اُمّ الالسنہ" اور "ملکۃ اللغات" کہلانے کی مستحق ہے۔ ف٢ یعنی کسی کے انکار و ناخوشی کی ذرہ بھر پروا نہ کرو۔ حق تعالیٰ نے جو علم عظیم تم کو دیا ہے اُسکی پیروی کرتے رہو اگر بالفرض تم ان لوگوں کی خواہشات کی طرف جُھک گئے تو اُسکے وبال سے کون بچا سکتا ہے۔ یہ خطاب ہر طالبِ حق کو ہے، اور اگر حضورؐ مخاطب ہیں تو آپ کو سامنے رکھ کر دوسروں کو سُنانا مقصود ہے جیسا کہ پہلے متعدد مواضع میں اسکی نظائر گذر چکیں۔ ف٣ یعنی پیغمبر عربی صلعم کو نئی کتاب اور نئے احکام دیکر بھیجنا کیا اچنبھے کی بات ہوگئی جو اتنی حجتیں نکالی جاتی ہیں۔ آخر ان سے پہلے بھی ہم نے جو پیغمبر بھیجے وہ آسمان کے فرشتے نہ تھے اسی دُنیا کے رہنے والے آدمی تھے۔ جو کھانا کھاتے اپنی ضروریات اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے اور بیوی بچے رکھتے تھے۔

عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

عربی زبان میں ف١ اور اگر تو چلے اُن کی خواہش کے موافق بعد اُس علم کے جو تجھ کو پہنچ چکا

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا

کوئی نہیں تیرا اللہ سے حمایتی اور نہ بچانے والا ف٢ اور بھیج چکے ہیں ہم کتنے رسول

مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

تجھ سے پہلے اور ہم نے دی تھیں اُن کو جوروئیں اور اولاد اور نہیں ہوا کسی رسول سے

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿٣٨﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ

کہ وہ لے آئے کوئی نشانی مگر اللہ کے اذن سے ہر ایک وعدہ ہے لکھا ہوا ف٣ مٹاتا ہے اللہ

مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿٣٩﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ

جو چاہے اور باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب ف٤ اور اگر دکھلادیں ہم تجھ کو کوئی وعدہ

الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا

جو ہم نے کیا ہے اُن سے یا تجھ کو اُٹھا لیویں سو تیرا ذمہ تو پہنچا دینا ہے اور ہمارا ذمہ ہے

الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ

حساب لینا ف٥ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹاتے اُس کے

اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٤١﴾

کناروں سے ف٦ اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اُس کا حکم ف٧ اور وہ جلد لیتا ہے حساب ف٨

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا

اور فریب کر چکے ہیں جو اُن سے پہلے تھے سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب ف٩ جانتا ہے جو کچھ

تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٤٢﴾ وَ

کماتا ہے ہر ایک جی ف١٠ اور اب معلوم کئے لیتے ہیں کافر کہ کس کا ہوتا ہے پچھلا گھر ف١١ اور

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا

کہتے ہیں کافر تو بھیجا ہوا نہیں آیا کہدے اللہ کافی ہے گواہ

ع ٥

اُن میں کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ لوگ جو نشانی مانگتے ضرور دکھلا دیتا۔ بلکہ موجودہ پیغمبر کی طرح ہر چیز میں خدائی اذن کے منتظر رہتے تھے۔ وہ ہی نشان دکھاتے اور وہ ہی احکام سناتے تھے جس کا اذن خدا کے یہاں سے ہوتا۔ خدائی اذن کا حال یہ ہے کہ اُس کے یہاں ہر زمانہ اور ہر قرن کے مناسب جُداگانہ حکم لکھا ہوا ہے۔ اور ایک وعدہ ٹھہرا ہوا ہے، جس کو نہ کوئی نبی بدل سکتا ہے نہ فرشتہ۔ پھر جب ہر ایک پیغمبر اپنے زمانہ کے مناسب احکام لائے اور اپنی صداقت کے نشان دکھانے میں پبلک کی خواہشات کے پابند نہیں رہے۔ نہ اپنے کو حوائج بشریہ اور تعلقات معاشرت سے پاک اور برتر ظاہر کیا تو ان ہی چیزوں کا محمدؐ رسول اللہ صلعم میں پایا جانا انکار نبوت کی دلیل کیسے بن سکتی ہے؟

ف٤ یعنی اپنی حکمت کے موافق جس حکم کو چاہے منسوخ کرے، جسے چاہے باقی رکھے۔ جس قوم کو چاہے مٹائے جسے چاہے اُس کی جگہ جما دے۔ جن اسباب کی تاثیر چاہے بدل ڈالے جن کی چاہے نہ بدلے۔ جو وعدہ چاہے شرائط کی موجودگی میں ظاہر کرے جو چاہے شرائط کے نہ پائے جانے کی بناء پر موقوف کردے۔ غرض ہر قسم کی تبدیل و تغییر، محو و اثبات نسخ و احکام اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ قضاء و قدر کے تمام دفاتر اُسی کے قبضہ میں ہیں اور سب تفصیلات و دفاتر کی جڑ جسے "اُمّ الکتاب" کہنا چاہیئے اُسی کے پاس ہے یعنی "علم ازلی محیط" جو ہر قسم کے تبدل و تغیّر سے قطعاً منزّہ و مُبرّیٰ اور لوح محفوظ کا ماخذ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے، بعضے اسباب ظاہر ہیں بعضے چھپے ہیں۔ اسباب کی تاثیر کا ایک طبعی اندازہ ہے، جب اللہ چاہے اُس کی تاثیر اندازہ سے کم یا زیادہ کردے۔ جب چاہے ویسی ہی رکھے۔ آدمی کبھی کنکر سے مرتا ہے اور کبھی گولی سے بچتا ہے اور ایک اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہے جو ہرگز نہیں بدلتا۔ اندازے کو تقدیر کہتے ہیں۔ یہ دو تقدیریں ہوئیں ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی۔ جو تقدیر بدلتی ہے اُس کو معلّق اور جو نہیں بدلتی اُس کو مُبرم کہتے ہیں"۔ جن احادیث و آثار سے بعض افاضل کو قضاء مُبرم کے بدلنے کا شبہ ہوا ہے اُنکے متعلق یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ انشاء اللہ مستقل تفسیر میں لکھا جائیگا۔ اگر خدا نے توفیق دی۔ وھو الموفق والمستعان۔

ف٥ یعنی جو وعدے اُن سے کئے گئے ہیں، ہم کو اختیار ہے کہ ان میں سے بعض آپ کے سامنے پورے کردیں یا آپ کی وفات کے بعد ظاہر کریں، نہ آپ کو اُن کے ظہور کی فکر میں پڑنا چاہیئے اور نہ تاخیر و امہال دیکھ کر ان لوگوں کو بیفکر ہونا چاہیئے۔ خدا کے علم میں ہر چیز کا ایک وقت مناسب ہے جس کے پہنچنے پر وہ ضرور ظاہر ہو کر رہیگی۔ آپ اپنا فرض (تبلیغ) ادا کئے جائیے۔ تکذیب کرنے والوں کا حساب ہم خود بیباق کردیں گے۔

ف٦ یعنی سرزمین مکہ کے آس پاس اسلام کا اثر پھیلتا جاتا اور کفر کی عملداری گھٹتی جاتی ہے۔ بڑے بڑے قبائل اور اشخاص کے قلوب پر اسلام کا سکہ بیٹھ رہا ہے۔ اوس و خزرج کے دل حق و صداقت کے سامنے مفتوح ہو رہے ہیں۔ اس طرح ہم آہستہ آہستہ کفر کی حکومت کو دباتے چلے آرہے ہیں۔ کیا یہ روشن آثار ان مکذبین کو نہیں بتلاتے کہ خدا کا فیصلہ اُنکے مستقبل کے متعلق کیا ہو چکا ہے۔ ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اسلام آج جس رفتار سے بڑھ رہا ہے وہ کسی طاقت سے رُکنے والا نہیں۔ لہٰذا انجام بینی اسی میں ہے کہ آنیوالی چیز کو آئی ہوئی سمجھیں۔ ف٧ یعنی اُس کا تکوینی حکم اور فیصلہ اٹل ہے۔ جب وقت آجائے تو کس کی طاقت ہے کہ ایک منٹ کے لئے ملتوی کرکے پیچھے ڈالدے۔ ف٨ یعنی جہاں حساب کا وقت آن پہنچا پھر دیر نہ لگے گی۔ یا جو چیز یقیناً آنیوالی ہے اُسے جلد ہی سمجھو۔ ف٩ وہ نہ چاہے تو سب فریب رکھے رہ جائیں، یا یہ کہ خدا اُنکے فریب کا توڑ کرتا ہے "مکر" اصل میں خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں، اگر بُرائی کے لئے کی جائے بُری ہے اور بُرائی کو دُور کرنے کے لئے ہو تو اچھی ہے۔ یعنی انہوں نے چھُپ چھُپ کر ناپاک تدبیریں کیں لیکن خدا کی تدبیر سب پر غالب رہی، اُس نے وہ تدبیریں اُن ہی پر اُلٹ دیں "وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ" (فاطر۔ رکوع ٥) ف١٠ یعنی جس سے کوئی حرکت و سکون اور کھلا چھپا کام پوشیدہ نہیں اُسکے آگے کسی کا مکر کیا چل سکتا ہے وہ ان مکاروں کو خوب مزا چکھائیگا۔ ف١١ یعنی جیسے اگلوں نے اپنے مکر کا انجام دیکھ لیا، موجودہ کفار کو بھی قدر عافیت معلوم ہوا چاہتی ہے۔

ف۱ یعنی تمہارے جھٹلانے سے کچھ نہیں ہوتا، جبکہ خداوند قدوس میری صداقت کے بڑے بڑے نشان دکھلا رہا ہے قرآن جو اُس کا کلام ہے، جیسے اپنے کلام الٰہی ہونے کی شہادت دیتا ہے اسی طرح میرے پیغمبر برحق ہونیکا گواہ ہے۔ اگر آنکھیں کھول کر دیکھو تو سخت ناموافق حالات میں سچ کا اس شان سے پھیلتے جانا اور دشمنوں تک کے دلوں میں گھر کرنا، اور جھوٹ کا مغلوب و مقہور ہو کر سمٹتے رہنا خدا کی طرف سے کھلی ہوئی گواہی میری حقانیت کی ہے۔ ف۲ یعنی جن کو قرآن کا علم اور اُسکے حقائق کی خبر ہوگئی ہے وہ بھی دل سے گواہ ہیں کہ میں نے کچھ جھوٹ نہیں بنایا۔ نیز جنہیں پہلی کتب سماویہ اور اُنکی پیشین گوئیوں کی اطلاع ہے اُن کے دل گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلعم ٹھیک اُن پیشین گوئیوں کے مطابق تشریف لائے ہیں جو سیکڑوں برس پیشتر موسیٰ اور مسیح کر چکے تھے۔ علیہما و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام۔ اے خدا! تو گواہ رہ کہ جس چیز کی گواہی تُو نے اور تیری کتاب والوں نے دی یہ عاجز خاطی بھی صدق دل سے اُس کی گواہی دیتا ہے۔ تم سورۃ الرعد بعون اللہ و حسن توفیقہ۔

بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝٤٣

میرے اور تمہارے بیچ میں ف۱ اور جس کو خبر ہے کتاب کی ف۲

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ابراہیم مکہ میں اُتری اور اس کی باون آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اُتاری تیری طرف کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے اُجالے

النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝١ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ

کی طرف اُن کے رب کے حکم سے ف۳ رستہ پر اُس زبردست خوبیوں والے اللہ کے جس کا ہے

مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ

جو کچھ کہ موجود ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں ف۴ اور مصیبت ہے کافروں کو ایک سخت عذاب

شَدِيْدِۨ ۝٢ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ

سے ف۵ جو کہ پسند رکھتے ہیں زندگی دنیا کی آخرت سے اور

يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ

روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور تلاش کرتے ہیں اُس میں کجی وہ راستہ بھول کر

ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝٣ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ

جا پڑے ہیں دُور ف۶ اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر بولی بولنے والا اپنی قوم کی

لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَ

تاکہ اُن کو سمجھائے ف۷ پھر راستہ بھلاتا ہے اللہ جس کو چاہے اور راستہ دکھلاتا ہے جسکو چاہے اور

هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٤ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ

وہ ہے زبردست حکمتوں والا ف۸ اور بھیجا تھا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر کہ نکال

ف۳ یعنی اس کتاب کی عظمتِ شان کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہئے کہ ہم اُسکے اتارنے والے، اور آپ جیسی رفیع الشان شخصیت اُس کی اُٹھانیوالی ہے اور مقصد بھی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے جس سے بلند تر کوئی مقصد نہیں ہوسکتا وہ یہ کہ خدا کے حکم و توفیق سے تمام دنیا کے لوگوں کو خواہ عرب ہوں یا عجم، کالے ہوں یا گورے، مزدور ہوں یا سرمایہ دار، بادشاہ ہوں یا رعایا۔ سب کو جہالت و اوہام کی گھٹاٹوپ اندھیریوں سے نکال کر معرفت و بصیرت اور ایمان و ایقان کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے۔

ف۴ یعنی صحیح معرفت کی روشنی میں اُس راستہ پر چل پڑیں جو زبردست و غالب، ستودہ صفات، شہنشاہِ مطلق اور مالک الکل خدا کا بتایا ہوا اور اُسکے مقامِ رضا تک پہنچانے والا ہے۔

ف۵ یعنی جو لوگ ایسی کتاب نازل ہونے کے بعد کفر و شرک اور جہالت و ضلالت کی اندھیری سے نہ نکلے اُن کو سخت عذاب اور ہلاکت خیز مصیبت کا سامنا ہے، آخرت میں یا دنیا میں بھی۔

ف۶ یہ کافروں کا حال بیان فرمایا کہ اُن کا اوڑھنا بچھونا یہی دنیا ہے۔ آخرت کے مقابلہ میں اِسی کو پسند کرتے اور ترجیح دیتے ہیں۔ شب و روز اسی کی محبت میں غرق رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی چاہتے ہیں کہ دنیا کی محبت میں پھنسا کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے راستہ سے روک دیں۔ اسی لئے یہ فکر رہتی ہے کہ خدا کے دین میں کوئی عیب نکالیں اور سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں۔ فی الحقیقت یہ لوگ راستہ سے بھٹک کر بہت ہی دُور جا پڑے ہیں جن کے واپس آنے کی توقع نہیں۔ خدا کی سخت مار پڑیگی تب آنکھیں کھُلیں گی۔

ف۷ یعنی جس طرح آپ کو ہم نے لوگوں کی ہدایت کے لئے یہ عظیم الشان کتاب عطا فرمائی، پہلے بھی ہر زمانہ میں سامانِ ہدایت بہم پہنچاتے رہے ہیں۔ چونکہ طبعی ترتیب کے موافق ہر پیغمبر کے اولین مخاطب اسی قوم کے لوگ ہوتے ہیں جس میں سے وہ پیغمبر اٹھایا جاتا ہے اس لئے اسی کی قومی زبان میں وحی بھیجی جاتی رہی۔ تا احکام الٰہیہ کے سمجھنے سمجھانے میں پوری سہولت رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت دعوت میں گو تمام جن و انس شامل ہیں، تاہم جس قوم میں سے آپ اُٹھائے گئے اُس کی زبان عربی تھی اور ترتیب طبعی کے موافق شیوع ہدایت کی یہی صورت مقدر تھی کہ آپکے اولین مخاطب اور مقدم ترین شاگرد ایسی سہولت اور خوبی سے قرآنی تعلیمات و حقائق کو سمجھ لیں اور محفوظ کرلیں کہ اُنکے ذریعہ سے تمام اقوام عالم اور آنیوالی نسلیں درجہ بدرجہ قرآنی رنگ میں رنگی جاسکیں چنانچہ ایسا ہی ہوا عربوں نے اپنے نبی کی صحبت میں رہ کر اپنی قومی زبان میں جس سے انہیں بیحد شغف تھا، قرآنی علوم پر کافی دسترس پائی، پھر وہ مشرق و مغرب میں پھیل پڑے اور روم و فارس پر چھاگئے۔ اس وقت قدرت نے عجمی قوموں میں ایسا زبردست جوش اور داعیہ کلام الٰہی کی معرفت اور زبان عربی میں مہارت حاصل کرنیکا پیدا فرمادیا کہ تھوڑی مُدت کے بعد وہ قرآنی علوم کی شرح و تبیین میں اپنے معاصر عربوں سے گوئے سبقت لے گئے بلکہ عموماً علوم دینیہ و ادبیہ کا مدار ثریا تک پرواز کرنیوالے عجمیوں پر رہ گیا۔ اس طرح خدا کی حجت بندوں پر تمام ہوتی رہی اور وقتاً فوقتاً قرآنی ہدایات سے مستفید ہونیکے اسباب فراہم ہوتے رہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ بہرحال خاتم الانبیاء صلعم کے خاص قوم عرب میں سے اُٹھائے جانیکی اگر کچھ وجوہ موجود ہیں (اور یقیناً ہیں) تو اُن ہی وجوہ کے نتیجہ میں اس سوال کا جواب بھی آجاتا ہے کہ قرآن عربی زبان میں اُتار کر خداوند عالم نے عربوں کی رعایت کیوں کی؟

ف۸ یعنی تبیین و ہدایت کے سامان مکمل کردیے پھر جس نے ان سامانوں سے منتفع ہونا چاہا اسکی دستگیری فرما کر راہ پر لگادیا جس نے روگردانی کی اُسے گمراہی میں چھوڑے رکھا۔ وہ زبردست اور غالب ہے۔ چاہے تو سب کو زبردستی راہ ہدایت پر لگادے لیکن اسکی حکمت مقتضی ہوئی کہ انسان کو کسب و اختیار کی ایک حد تک آزادی دے کر رحمت و غضب دونوں کے مظاہر کو دنیا میں باقی رہنے دے۔

ف۱ "نشانیاں دیکر" یعنی معجزات دیکر جو "آیات تسعہ" کے نام سے مشہور ہیں، یا آیات تورات مراد ہوں۔ اور "یاد دلا انکو دن اللہ کے" یعنی اُن دنوں کے واقعات یاد دلاؤ، جب اُن پر شدائد و مصائب کے پہاڑ ٹوٹے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن سے نجات دی اور اپنی مہربانی مبذول فرمائی۔ کیونکہ دونوں قسم کے حالات سُننے سے صابر و شاکر بندوں کو عبرت حاصل ہوتی ہے، کہ مصیبت کے وقت گھبرانا اور راحت کے وقت اترانا نہیں چاہئے۔ جو لوگ پہلے کامیاب ہوئے ہیں وہ سختیوں پر صبر اور نعمائے الٰہیہ پر شکر کرنے سے ہوئے ہیں۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (اعراف۔ رکوع ۱۶) ف۲ مثلاً تم کو غلام بنا رکھا تھا اور سخت بیگاریں لیتے تھے۔ ف۳ کہ تم کو غلامی کی ذلت سے نکالا اور دولتِ آزادی سے مالا مال کیا۔ "بلاء" کے اصل معنی آزمائش کے ہیں۔ تکلیف و راحت دونوں حالتوں میں بندے کے صبر و شکر کی آزمائش ہے وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (الانبیاء۔ رکوع ۳) وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ (اعراف۔ رکوع ۲۱) چونکہ فرعونیوں سے نجات دینا بڑی نعمت تھی تو یہاں آزمائش انعام سے ہوئی جسے مترجم محقق نے بطور حاصل معنی لفظ "مدد" سے تعبیر کیا۔ اِس قسم کی آیت سورۂ بقرہ اور اعراف میں گذر چکی ہے، وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ

اپنی قوم کو اندھیروں سے اُجالے کی طرف اور یاد دلا اُن کو دن اللہ کے البتہ

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ

اس میں نشانیاں ہیں اُس کو جو صبر کرنیوالا ہے شکر گذار ف۱ اور جب کہا موسٰی نے اپنی قوم کو

اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ

یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر جب چھڑا دیا تم کو فرعون کی قوم سے وہ پہنچاتے تھے تم کو

سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ

بُرا عذاب ف۲ اور ذبح کرتے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رکھتے تمہاری عورتوں کو

وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۶ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ

اور اس میں مدد ہوئی تمہارے رب کی طرف سے بڑی ف۳ اور جب سُنا دیا تمہارے رب نے

لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝۷

اگر احسان مانوگے تو اور بھی دونگا تم کو ف۴ اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب البتہ سخت ہے ف۵

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ

اور کہا موسٰی نے اگر کفر کروگے تم اور جو لوگ زمین میں ہیں سارے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۸ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

تو اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں والا ف۶ کیا نہیں پہنچی تم کو خبر اُن لوگوں کی جو پہلے تھے تم سے

قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ

قوم نوح کی اور عاد اور ثمود اور جو اُن سے پیچھے ہوئے کسی کو اُنکی خبر نہیں

اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ

مگر اللہ کو ف۷ آئے اُن کے پاس اُن کے رسول نشانیاں لے کر پھر لَوٹائے انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے

اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا

منہ میں ف۸ اور بولے ہم نہیں مانتے جو تم کو دے کر بھیجا اور ہم کو تو شبہ ہے اُس راہ میں

ف۴ موسٰی علیہ السلام کا مقولہ ہے یعنی وہ وقت بھی یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے اعلان فرمادیا کہ اگر احسان مان کر زبان و دل سے میری نعمتوں کا شکر ادا کروگے تو اور زیادہ نعمتیں ملینگی۔ جسمانی و روحانی اور دنیوی و اُخروی ہر قسم کی۔

ف۵ موجودہ نعمتیں سلب کر لی جائینگی اور ناشکری کی مزید سزا الگ رہی حدیث میں ہے کہ حضور کی خدمت میں ایک سائل آیا آپ نے ایک کھجور عنایت فرمائی اُس نے نہ لی یا پھینک دی۔ پھر دوسرا سائل آیا اُس کو بھی ایک کھجور دی، وہ بولا سبحان اللہ تمرۃ من رسول اللہ صلعم یعنی رسول اللہ کا تبرک ہے۔ آپؐ نے جاریہ کو حکم دیا کہ اُمِ سلمہ کے پاس جو چالیس درہم رکھے ہیں وہ اس (شکر گذار) سائل کو دلوادے۔

ف۶ یعنی کفرانِ نعمت کا ضرر تم ہی کو پہنچے گا۔ خدا کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اُسے تمہارے شکریوں کی کیا حاجت ہے۔ کوئی شکر ادا کرے یا نہ کرے، بہر حال اُسکے حمید و محمود ہونے میں کچھ کمی نہیں آتی۔ صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا "اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے، پچھلے، جن و انس سب کے سب ایک اعلیٰ درجہ کے متقی شخص کے نمونہ پر ہوجائیں تو اس سے میرے ملک میں کچھ بڑھ نہیں جاتا۔ اور اگر سب اگلے پچھلے جن و انس مل کر بفرض محال ایک بدترین انسان جیسے ہو جائیں (العیاذ باللہ) تو اس سے میرے ملک میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی"۔

ف۷ یہ موسٰی علیہ السلام کے کلام کا تتمہ ہے۔ یا اُسے چھوڑ کر حق تعالیٰ نے اس اُمت کو خطاب فرمایا ہے۔ بہر حال اس میں بتلایا کہ جو بیشمار قومیں پہلے گذر چکیں اُنکے تفصیلی پتے اور احوال بجز خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ البتہ چند قومیں جو عرب والوں کے یہاں زیادہ مشہور تھیں اُن کے نام لیکر اور بقیہ کو "وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ" میں درج کر کے متنبہ فرماتے ہیں کہ اِن اقوام کا جو کچھ حشر ہوا کیا وہ تم کو نہیں پہنچا۔ تعجب ہے اتنی قومیں پہلے تباہ ہو چکیں اور اُن کے حال سے ابھی تک تمہیں عبرت حاصل نہ ہوئی۔ (تنبیہ) ابن عباسؓ نے "لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ" کو پڑھ کر فرمایا "کذب النسابون" (یعنی انساب کی پوری معرفت کا دعویٰ رکھنے والے جھوٹے ہیں) عروۃ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی کو نہیں پایا، جو معد بن عدنان سے اُوپر (تحقیقی طور پر) نسب کا حال بتاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف۸ یعنی کفار فرطِ غیظ سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگے جیسے دوسری جگہ ہے "عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ" یا انبیاء کی باتیں سُن کر فرطِ تعجب سے ہاتھ منہ پر رکھ لئے، یا ہاتھ منہ کی طرف لیجا کر اشارہ کیا کہ بس چُپ رہئے۔ یا ہماری اس زبان سے اس جواب کے سوا کوئی توقع نہ رکھو، جو آگے آرہا ہے۔ یا پیغمبر کی باتیں سُن کر ہنستے تھے اور کبھی ہنسی کے دبانے کو منہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ "اَيْدِيَهُمْ" کی ضمیر کفار کی طرف اور "اَفْوَاهِهِمْ" کی "رُسُل" کی طرف راجع ہو، یعنی ملعونوں نے اپنے ہاتھ پیغمبروں کے منہ میں اڑا دیئے کہ وہ بالکل بول نہ سکیں یا دونوں ضمیریں رُسُل کی طرف ہوں۔ یعنی گستاخانہ طور پر انبیاء کے ہاتھ پکڑ کر انہی کے منہ میں ٹھونس دیئے بعض کے نزدیک یہاں "ایدی" سے مراد نعمتیں ہیں۔ یعنی جو عظیم الشان نعمتیں انبیاء نے پیش کی تھیں، مثلاً شرائع الٰہیہ وغیرہ وہ ناقدری سے اُن ہی کی طرف لوٹا دیں کسی کو قبول نہ کیا جیسے ہمارے محاورات میں کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کی چیز اُس کے منہ پر ماری۔ بہر حال کوئی معنی لئے جائیں سب کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے نعمتِ خداوندی کی ناقدری کی اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول نہ کی اُن کے ساتھ بڑی بے رُخی بلکہ گستاخی سے پیش آئے۔

تَدۡعُوۡنَنَاۤ اِلَیۡهِ مُرِیۡبٍ ۝۹ قَالَتۡ رُسُلُهُمۡ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ
جسکی طرف تم ہمکو بلاتے ہو خلجان میں ڈالنے والا بولے اُن کے رسول کیا اللہ میں شبہ ہے جس نے بنائے
السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ یَدۡعُوۡكُمۡ لِیَغۡفِرَ لَكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ
آسمان اور زمین ف۱ وہ تم کو بلاتا ہے تاکہ بخشے تم کو کچھ گناہ تمہارے ف۲
وَیُؤَخِّرَكُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ؕ
اور ڈھیل دے تم کو ایک وعدہ تک جو ٹھہر چکا ہے ف۳ کہنے لگے تم تو یہی آدمی ہو ہم جیسے
تُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَصُدُّوۡنَا عَمَّا كَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاۡتُوۡنَا
تم چاہتے ہو کہ روک دو ہم کو اُن چیزوں سے جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے، سو لاؤ
بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ۝۱۰ قَالَتۡ لَهُمۡ رُسُلُهُمۡ اِنۡ نَّحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ
کوئی سند کھلی ہوئی ف۴ اُن کو کہا اُن کے رسولوں نے ہم تو یہی آدمی ہیں
مِّثۡلُكُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ
جیسے تم لیکن اللہ احسان کرتا ہے اپنے بندوں میں جس پر چاہے ف۵ اور ہمارا کام
لَنَاۤ اَنۡ نَّاۡتِیَكُمۡ بِسُلۡطٰنٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلۡیَتَوَكَّلِ
نہیں کہ لے آئیں تمہارے پاس سند مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ پر بھروسہ چاہئے
الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝۱۱ وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَی اللّٰهِ وَقَدۡ هَدٰىنَا
ایمان والوں کو ف۶ اور ہم کو کیا ہوا کہ بھروسہ نہ کریں اللہ پر اور وہ سجھا چکا ہم کو
سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصۡبِرَنَّ عَلٰی مَاۤ اٰذَیۡتُمُوۡنَا ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلۡیَتَوَكَّلِ
ہماری راہیں ف۷ اور ہم صبر کرینگے ایذا پر جو تم ہم کو دیتے ہو اور اللہ پر بھروسہ چاہئے
الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ ۝۱۲ ع وَقَالَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا لِرُسُلِهِمۡ لَنُخۡرِجَنَّكُمۡ ع ۲ / ۱۴
بھروسے والوں کو ف۸ اور کہا کافروں نے اپنے رسولوں کو ہم نکال دینگے تم کو
مِّنۡ اَرۡضِنَاۤ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِیۡ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوۡحٰۤی اِلَیۡهِمۡ رَبُّهُمۡ
اپنی زمین سے یا لوٹ آؤ ہمارے دین میں ف۹ تب حکم بھیجا اُن کو اُن کے رب نے

ف۱ یعنی خدا کی ہستی اور وحدانیت تو ایسی چیز نہیں جس میں شک و شبہ کی ذرا بھی گنجائش ہو، انسانی فطرۃ خدا کے وجود پر گواہ ہے۔ علویات و سفلیات کا عجیب و غریب نظام شہادت دیتا ہے کہ اس مشین کے پُرزوں کو وجود کے سانچہ میں ڈھالنے والا پھر انہیں جوڑ کر نہایت محکم و منظم طریقہ سے چلانے والا بڑا زبردست ہاتھ ہونا چاہئے جو کامل حکمت و اختیار سے عالم کی مشین کو قابو میں کئے ہوئے ہے۔ اسی لئے کٹر سے کٹر مشرک کو بھی کسی نہ کسی رنگ میں اس بات کے اعتراف سے چارہ نہیں رہا کہ بڑا خدا جس نے آسمان و زمین وغیرہ کرات پیدا کئے وہ ہی ہوسکتا ہے جو تمام چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں سے اونچے مقام پر براجمان ہو۔ انبیاء کی تعلیم یہ ہے کہ جب انسانی فطرت نے ایک علیم و حکیم قادر و توانا منبع الکمالات خدا کا سُراغ پالیا پھر اوہام و ظنون کی دلدل میں پھنس کر اس سادہ فطری عقیدہ کو کھلونا یا چیستاں کیوں بنایا جاتا ہے۔ وجدان شہادت دیتا ہے کہ ایک قادر مطلق اور عالم الکل خدا کی موجودگی میں کسی پتھر یا درخت یا انسانی تصویر یا سیّارۂ فلکی یا اور کسی مخلوق کو الوہیت میں شریک کرنا فطرت صحیحہ کی آواز کو دبانے یا بگاڑنے کا مرادف ہے۔ کیا خداوند قدوس کی ذات و صفات میں (معاذ اللہ) کچھ کمی محسوس ہوئی جس کی مخلوق خداؤں کی جمعیت سے تلافی کرنا چاہتے ہو۔

ف۲ یعنی ہم نہیں بلاتے۔ فی الحقیقت ہمارے ذریعہ سے وہ تم کو اپنی طرف بلا رہا ہے کہ توحید و ایمان کے رستہ پر چل کر اسکے مقام قرب تک پہنچو۔ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز آکر ایمان و ایقان کا طریق اختیار کرلو تو ایمان لانے سے پیشتر کے سب گناہ (بجز حقوق و زواجر کے) معاف کر دیگا پھر ایمان لانیکے بعد جیسا عمل کروگے اُسکے موافق معاملہ ہوگا۔

ف۳ یعنی کفر و شرارت پر قائم رہنے کی صورت میں جو جلد تباہ کئے جاتے اُس سے محفوظ ہو جاؤگے اور جتنی مدّت دنیا میں رہوگے سکون و اطمینان کی زندگی گذاروگے "یُمَتِّعۡكُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا" اور "فَلَنُحۡیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً" وغیرہ نصوص کے موافق۔

ف۴ یعنی اچھا خدا کی بحث کو چھوڑیے۔ آپ اپنی نسبت کہیں کیا آپ آسمان کے فرشتے ہیں؟ یا نوع بشر کے علاوہ کوئی دوسری نوع ہیں؟ جب کچھ نہیں ہم ہی جیسے آدمی ہو تو آخر کس طرح آپ کی باتوں پر یقین کرلیں۔ آپ کی خواہش یہ ہوگی کہ ہم کو قدیم مذہب سے ہٹا کر اپنا تابع بنائیں تو خاطر جمع رکھیئے یہ کبھی نہ ہوگا اگر آپ اپنا امتیاز ثابت کرنا اور اس مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو کوئی ایسا کھلا ہوا نشان یا خدائی سارٹیفکٹ دکھلائیے جس کے سامنے خواہی نہ خواہی سب کی گردنیں جھک جائیں۔ اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب ہماری فرمائش کے موافق معجزات دکھلائیں۔

ف۵ یعنی تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ ہم نہ فرشتے ہیں نہ کوئی اور مخلوق، بلکہ نفس بشریت میں تم ہی جیسے ہیں لیکن نوع بشر کے افراد میں احوال و مدارج کے اعتبار سے کیا زمین و آسمان کا تفاوت نہیں۔ آخر اتنا تو تم بھی مشاہدہ کرتے ہو کہ حق تعالیٰ نے جسمانی، دماغی، اخلاقی اور معاشی حالات کے اعتبار سے بعض انسانوں کو بعض پر کس قدر فضیلت دی ہے۔ پھر اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے اپنے بعض بندوں کو اُن کی فطری قابلیت اور اعلیٰ ملکات کی بدولت روحانی کمال اور باطنی قرب کے اُس بلند مقام پر پہنچا دیا جسے "مقام نبوت" یا "منصب رسالت" کہتے ہیں تو اس میں کیا اشکال و استبعاد ہے؟ بہرحال دعوئ نبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اپنی نسبت بشر کے سوا کوئی دوسری نوع ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ہاں اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بعض پر ایک خصوصی احسان فرماتا ہے جو دوسروں پر نہیں ہوتا۔

ف۶ یعنی اب رہا سند اور سارٹیفکٹ لانے کا قصّہ، سو خدا کے حکم سے ہم پہلے ہی اپنی نبوت کی سند اور روشن نشانیاں دکھلا چکے ہیں۔ کما قال "جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ"، جو آدمی ماننا چاہے اُسکے اطمینان کے لئے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔ باقی تمہاری فرمائشیں پوری کرنا، تو یہ چیز ہمارے قبضہ میں نہیں۔ نہ ہماری تصدیق عقلاً اُس پر موقوف ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جو سند اور نشان چاہے، تم کو دکھلائیگا۔ فرمائشی نشانات دیکھنے سے ایمان نہیں آتا، اللہ کے دینے سے آتا ہے۔ لہذا ایک ایماندار کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اگر تم نہ مانوگے اور ہماری عداوت و ایذا رسانی پر تیار ہوگے، تو ہمارا بھروسہ اُسی خدا کی مہربانی اور امداد پر رہیگا۔ ف۷ یعنی حق تعالیٰ ہم کو جام توحید و عرفان پلا کر حقیقی کامیابی کے راستے بتا چکا، پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم اُس پر توکّل نہ کریں۔ ف۸ یعنی تم خواہ کتنی ہی ایذا پہنچاؤ، خدا کے فضل سے ہمارے توکّل میں فرق نہیں پڑ سکتا۔ متوکلین کا یہ کام نہیں کہ سختیاں دیکھ کر توکّل اور استقامت کی راہ سے ہٹ جائیں۔ ف۹ یعنی اپنے توکّل وغیرہ کو رہنے دو، زیادہ بزرگی مت جتاؤ۔ بس اب دو باتوں میں سے ایک بات ہوکر رہیگی۔ یا تم (بعثت سے پہلے کی طرح) چُپ چاپ ہم میں رل مل کر رہوگے اور جن کو تم نے بہکایا ہے وہ سب ہمارے پُرانے دین میں واپس آئینگے، ورنہ تم سب کو ملک بدر اور جلاوطن کیا جائیگا۔

لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ

ہم غارت کریں گے ان ظالموں کو اور آباد کریں گے تم کو اس زمین میں ان کے پیچھے ف۱

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ

یہ ملتا ہے اُس کو جو ڈرتا ہے کھڑے ہونے سے میرے سامنے اور ڈرتا ہے میرے عذاب کے وعدہ سے ف۲ اور فیصلہ لگے مانگنے پیغمبر ف۳ اور نامراد ہوا

كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ

ہر ایک سرکش ضدی ف۴ پیچھے اُس کے دوزخ ہے اور پلائیں گے اُس کو پانی

صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ

پیپ کا ف۵ گھونٹ گھونٹ پیتا ہے اُسکو اور گلے سے نہیں اُتار سکتا ف۶ اور چلی آتی ہے اُس پر موت

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

ہر طرف سے اور وہ نہیں مرتا اور اُس کے پیچھے عذاب ہے سخت ف۷

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ

حال اُن لوگوں کا جو منکر ہوئے اپنے رب سے اُن کے عمل ہیں جیسے وہ راکھ کہ زور کی چلے اُس پر ہوا

فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

آندھی کے دن کچھ اُن کے ہاتھ میں نہ ہوگا اپنی کمائی میں سے یہی ہے

الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

بہک کر دُور جا پڑنا ف۸ تو نے کیا نہیں دیکھا کہ اللہ نے بنائے آسمان اور زمین

بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ

جیسی چاہیئے اگر چاہے تم کو لے جائے اور لائے کوئی پیدائش نئی اور یہ

عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ

اللہ کو کچھ مشکل نہیں ف۹ اور سامنے کھڑے ہونگے اللہ کے سارے ف۱۰ پھر کہیں گے کمزور

اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ

بڑائی والوں کو ہم تو تمہارے تابع تھے سو تم بچاؤ گے ہم کو

ف۱ یعنی یہ تم کو کیا نکالیں گے ہم ہی ان ظالموں کو تباہ کر کے ہمیشہ کے لئے یہاں سے نکال دینگے کہ پھر کبھی واپس نہ آسکیں۔ اور اُن کی جگہ تم کو اور تمہارے مخلص وفاداروں کو زمین میں آباد کرینگے دیکھ لو کفار مکہ نے نبی کریم صلعم اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے مکہ سے نکالنا چاہا، وہ ہی نکلنا آخر اس کا سبب بنگیا کہ وہاں اسلام اور مسلمانوں کا دائمی تسلط ہوا اور کافر کا نشان باقی نہ رہا۔ ف۲ یعنی مذکورہ بالا کامیابی ان لوگوں کے لئے ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں یہ خیال کر کے کہ وہ ہماری تمام حرکتوں کو برابر دیکھ رہا ہے اور ایک دن حساب دینے کیلئے اُسکے سامنے کھڑا ہونا ہے جہاں اُسکے بے پناہ عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ ف۳ یعنی پیغمبروں نے خدا سے مدد مانگی اور فیصلہ چاہا۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے کہا تھا " فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ الخ"، لوط علیہ السلام نے کہا " رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ"، شعیب علیہ السلام نے عرض کیا " رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ"، موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی " رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ الخ" اور کفار نے بھی جب دیکھا کہ اتنی طویل مدت سے عذاب کی دھمکیاں دی جارہی ہیں لیکن اُسکے آثار کچھ نظر نہیں آتے تو استہزاء اور تمسخر سے کہنے لگے " رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ" (صٓ۔ رکوع ۲) اور " اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ" (انفال۔ رکوع ۴) یہ تو قریش کے مقولے ہیں، قوم نوح نے کہا تھا " فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا"، قوم شعیب نے کہا " فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا" وغیرہ ذٰلک۔ غرض دونوں طرف سے فیصلہ کی جلدی ہونے لگی۔

ف۴ یعنی پیغمبروں کا خدا کو پکارنا تھا کہ مدد آئی اور ہر ایک سرکش اور ضدی نامراد ہو کر رہ گیا۔ جو کچھ خیالات پکا رکھے تھے، ایک ہی پکڑ میں کافور ہو گئے نہ وہ رہے نہ ان کی توقعات رہیں۔ ایک لمحہ میں سب کا خاتمہ ہوا۔

ف۵ یعنی یہ تو یہاں کا عذاب تھا اس کے بعد آگے دوزخ کا بھیانک منظر ہے جہاں شدت کی تشنگی کے وقت اُن کو پیپ یا پیپ جیسا پانی پلایا جائیگا۔

ف۶ یعنی خوشی سے کہاں پی سکیں گے۔ حدیث میں ہے کہ فرشتے لوہے کے گرز سر پر مار کر زبردستی منہ میں ڈالیں گے۔ جس وقت منہ کے قریب کرینگے شدت حرارت سے دماغ تک کی کھال اُتر کر نیچے لٹک پڑیگی، منہ میں پہنچکر گلے میں پھنسے گا، بڑی مصیبت اور تکلیف کے ساتھ ایک ایک گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اتارینگے۔ پیٹ میں پہنچنا ہوگا کہ آنتیں کٹ کر باہر آجائینگی " وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ" (محمد رکوع ۲) " وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ" (کہف رکوع ۴) (اعاذنا اللہ منہا وسائر المومنین)

ف۷ یعنی اس کا پینا کیا ہوگا ہر طرف سے موت کا سامنا کرنا ہوگا، سر سے پاؤں تک ہر عضو بدن پر سکرات موت طاری ہونگے، شش جہت سے مہلک عذاب کی چڑھائی ہوگی۔ اس زندگی پر موت کو ترجیح دینگے۔ لیکن موت بھی نہیں آئیگی۔ جو سب تکلیفوں کا خاتمہ کر دے۔ ایک عذاب کے پیچھے دوسرا تازہ عذاب آتا رہیگا۔ " كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ" (نساء۔ رکوع ۸) " ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى" (اعلیٰ۔ رکوع ۱) سچ ہے ؎ اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائینگے۔ مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائینگے۔ اَللّٰهُمَّ احفظنا۔

ف۸ بعض کفار کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ آخر ہم نے دنیا میں بہت سے اچھے کام صدقہ خیرات کی مدیں کئے ہماری خوش اخلاقی لوگوں میں مشہور ہوئی، بہتیرے آدمیوں کی مصیبت میں کام آئے اور کسی نہ کسی عنوان سے خدا کی پوجا بھی کی، کیا یہ سب کیا کرایا اور دیا لیا اُس وقت کام نہ آئیگا؟ اُس کا جواب اس تمثیل میں دیا یعنی جسے خدا کی صحیح معرفت نہیں محض فرضی اور وہمی خدا کو پوجتا ہو اُسکے تمام اعمال محض بے روح اور بے وزن ہیں۔ وہ محشر میں اسی طرح اُڑ جائینگے جس طرح آندھی کے وقت جب زور کی ہوا چلے تو راکھ کے ذرات اُڑ جاتے ہیں، اُس وقت کفار نیک عمل سے بالکل خالی ہاتھ ہونگے حالانکہ وہ ہی موقع ہوگا جہاں نیک عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اللہ اکبر! یہ کیسی حسرت کا وقت ہوگا کہ جن اعمال کو ذریعۂ قرب و نجات سمجھے تھے وہ راکھ کے ڈھیر کی طرح عین اُس موقع پر بے حقیقت ثابت ہوئے جب دوسرے لوگ اپنی نیکیوں کے ثمر شیریں سے لذت اندوز ہو رہے ہیں ؎ کہ بازار چنداں کہ آگندہ تر۔ تہی دست را دل پراگندہ تر۔

ف۹ یعنی شاید کفار کو یہ خیال گذرے کہ جب مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے پھر دوبارہ زندگی کہاں۔ قیامت اور عذاب و ثواب وغیرہ سب کہانیاں ہیں، اُن کو بتلایا کہ جس خدا نے آسمان و زمین کامل قدرت و حکمت سے پیدا کئے اسے تمہارا از سر نو دوبارہ پیدا کرنا، یا کسی دوسری مخلوق کو تمہاری جگہ لے آنا کیا مشکل ہے؟ اگر آسمان و زمین کے محکم نظام کو دیکھ کر یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے اور قائم رکھنے والا کوئی صانع حکیم ہے جیسا کہ لفظ "بالحق"، میں تنبیہ فرمائی، تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے اشرف المخلوقات (انسان) کو محض بے نتیجہ پیدا کیا ہوگا اور اس کی تخلیق و ایجاد سے کوئی عظیم الشان مقصد متعلق نہ ہوگا یقیناً اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہونی چاہیئے جس میں آدم کی پیدائش کا مقصد عظیم اکمل و اتم طریقہ سے آشکارا ہو۔ ف۱۰ یعنی سب سے بڑی عدالت میں پیشی ہوگی۔

عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ

اللہ کے کسی عذاب سے کچھ ف۱ وہ کہیں گے اگر ہدایت کرتا ہم کو اللہ تو البتہ ہم تم کو ہدایت کرتے اب برابر ہے

عَلَیْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ ۲۱ وَ قَالَ الشَّیْطٰنُ

ہمارے حق میں ہم بیقراری کریں یا صبر کریں ہم کو نہیں خلاصی ف۲ اور بولا شیطان

لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ

جب فیصل ہو چکا سب کام بیشک اللہ نے تم کو دیا تھا سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا

فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَ مَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ

پھر جھوٹا کیا اور میری تم پر کچھ حکومت نہ تھی مگر یہ کہ میں نے بلایا تم کو

فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ

پھر تم نے مان لیا میری بات کو سو الزام نہ دو مجھ کو اور الزام دو اپنے آپ کو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچوں

وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ ؕ اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ

نہ تم میری فریاد کو پہنچو میں منکر ہوں جو تم نے مجھ کو شریک بنایا تھا اس سے پہلے البتہ جو

الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۲۲ وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا

ظالم ہیں ان کے لئے ہے عذاب دردناک ف۳ اور داخل کئے گئے جو لوگ ایمان لائے تھے اور کام کئے تھے

الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ

نیک باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں ان میں اپنے رب کے

رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ۲۳ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً

حکم سے ف۴ ان کی ملاقات ہے وہاں سلام ف۵ تو نے نہ دیکھا کیسی بیان کی اللہ نے ایک مثال ف۶ بات

طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۲۴

ستھری ف۷ جیسے ایک درخت ستھرا ف۸ اس کی جڑ مضبوط ہے اور ٹہنے ہیں آسمان میں ف۹

تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

لاتا ہے پھل اپنا ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے ف۱۰ اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں

ف۱ یہ اتباع اپنے متبوعین سے کہینگے یعنی دنیا میں تم بڑے بن کر بیٹھے تھے اور ہم نے تمہاری بہت تابعداری کی تھی۔ آج اس مصیبت کی گھڑی میں کچھ تو کام آؤ، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ عذاب الٰہی کے کسی حصہ کو ہم سے ذرا ہلکا کر دو۔ یہ دوزخ میں جانے کے بعد کہینگے یا میدان حشر میں، ابن کثیرؒ نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے لقولہ تعالیٰ وَاِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا الآیۃ وغیر ذلک من الآیات۔ واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی اگر خدا دنیا میں ہم کو ہدایت کی توفیق دیتا تو ہم تم کو بھی اپنے ساتھ سیدھے راستہ پر لے چلتے لیکن ہم نے ٹھوکر کھائی تو تمہیں بھی لے ڈوبے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس وقت اگر خدا تعالیٰ ہم کو اس عذاب سے نکلنے کی کوئی راہ بتلاتا تو ہم تمہیں وہ ہی راہ بتا دیتے۔ اب تو تمہاری طرح ہم خود مصیبت میں مبتلا ہیں، اور مصیبت بھی ایسی جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ نہ صبر کرنے اور خاموش رہنے سے فائدہ، نہ گھبرانے اور چلانے سے کچھ حاصل۔ ف۳ یعنی حساب کتاب کے بعد جب جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کا فیصلہ ہو چکیگا اُس وقت کفار دوزخ میں جاکر یا داخل ہونے سے پہلے ابلیس لعین کو الزام دینگے کہ مردود تو نے دنیا میں ہماری راہ ماری اور اس مصیبت میں گرفتار کرایا۔ اب کوئی تدبیر مثلاً سفارش وغیرہ کا انتظام کر۔ تا عذاب الٰہی سے رہائی ملے۔ تب ابلیس اُن کے سامنے لیکچر دیگا جس کا حاصل یہ ہے کہ بیشک حق تعالیٰ نے صادق القول پیغمبروں کے توسط سے ثواب و عقاب اور دوزخ وجنت کے متعلق سچے وعدے کئے تھے جن کی سچائی دنیا میں دلائل و براہین سے ثابت تھی اور آج مشاہدے سے ظاہر ہے۔ میں نے اُس کے بالمقابل جھوٹی باتیں کہیں اور جھوٹے وعدے کئے۔ جن کا جھوٹ ہونا وہاں بھی ادنیٰ فکر و تامل سے واضح ہو سکتا تھا اور یہاں تو آنکھ کے سامنے ہے۔ میرے پاس نہ حجت و برہان کی قوت تھی نہ ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک جھوٹی بات کے ماننے پر مجبور کر دیتا، بلاشبہ میں نے بدی کی تحریک کی اور تم کو اپنے مشن کی طرف بلایا، تم جھپٹ کر خوشی سے آئے اور میں نے جدھر شہ دی اُدھر ہی اپنی رضا و رغبت سے چل پڑے اگر میں نے اغوا کیا تھا تو تم ایسے اندھے کیوں بنگئے کہ نہ دلیل سنی نہ دعوے کو پرکھا آنکھیں بند کر کے پیچھے ہو لئے انصاف یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ تم اپنے نفسوں پر ملامت کرو میرا جرم اغوا بجائے خود رہا۔ لیکن مجھے مجرم گردان کر تم کیسے بری ہو سکتے ہو آج تم کو مدد دینا تو درکنار، خود تم سے مدد لینا بھی ممکن نہیں۔ ہم اور تم دونوں اپنے اپنے جرم کے موافق سزا میں پکڑے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک دوسرے کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا تم نے اپنی حماقت سے دنیا میں مجھ کو خدائی کا شریک ٹھہرایا (یعنی بعض تو براہ راست شیطان کی عبادت کرنے لگے اور بہتوں نے اُس کی باتوں کو ایسی طرح مانا اور اُس کے احکام کے سامنے اس طرح سر تسلیم و انقیاد خم کیا جو خدائی احکام کے آگے کرنا چاہئے تھا) بہرحال اپنے جہل و غباوت سے جو شرک تم نے کیا تھا اس وقت میں اُس سے منکر اور بیزار ہوں۔ یا "بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ" میں بائے سببیت لیکر یہ مطلب ہو کہ تم نے مجھ کو خدائی کا رتبہ دیا اِس سبب سے میں بھی کافر بنا۔ اگر میری بات کوئی نہ پوچھتا تو میں کفر و طغیان کے اس درجہ میں کہاں پہنچتا۔ اب ہر ایک ظالم اور مشرک کو اپنے کئے کی سزا دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا چاہئے، شور مچانے اور الزام دینے سے کچھ حاصل نہیں۔ گذشتہ آیت میں ضعفاء و مستکبرین (عوام اور لیڈروں) کی گفتگو نقل کی گئی تھی اسی کی مناسبت سے یہاں دوزخیوں کے مہا لیڈر (ابلیس لعین) کی تقریر نقل فرمائی چونکہ عوام کا الزام اور اُن کی استدعا دونوں جگہ یکساں تھی شاید اسی لئے شیطان کی گفتگو کے وقت اُس کا ذکر ضروری نہیں معلوم ہوا۔ واللہ اعلم۔ مقصود ان مکالمات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ لوگ اس افراتفری کا تصور کر کے شیاطین الانس والجن کے اتباع سے باز رہیں۔ ف۴ یہ بطور مقابلہ کفار کی سزا کے بعد مومنین کا انجام بیان فرمایا۔ ف۵ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ دنیا میں "سلام"، دعا ہے سلامتی مانگنے کی، وہاں "سلام"، کہنا مبارکباد ہے سلامتی ملنے پر۔ ف۶ یعنی دیکھئے اور غور کیجئے، کیسی با موقع اور معنی خیز مثال ہے۔ عقلمند جس قدر اس میں غور کرے سیکڑوں باریکیاں نکلتی چلی آئیں۔ ف۷ "ستھری بات"، میں کلمۂ توحید، معرفت الٰہی کی باتیں، ایمان و ایمانیات، قرآن، حمد و ثنا، تسبیح و تہلیل، سچ بولنا سب داخل ہے۔ ف۸ اکثر روایات و آثار میں یہاں "ستھرے درخت"، کا مصداق کھجور کو قرار دیا ہے، گو دوسرے ستھرے درخت بھی اس کے تحت میں مندرج ہو سکتے ہیں۔ ف۹ یعنی اُس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں پھیلی ہوں کہ زور کا جھگڑ بھی جڑ سے نہ اکھیڑ سکے اور چوٹی آسمان سے لگی ہو یعنی شاخیں بہت اونچی اور زمینی کثافتوں سے دور ہوں۔ ف۱۰ یعنی کوئی فصل پھل سے خالی نہ جائے، یا فرض کیجئے بارہ مہینے صبح و شام اُس پر تازہ پھل لگا کرے۔

ف۱ کلمۂ کفر، جھوٹی بات اور ہر ایک کلام جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو "کلمۂ خبیثہ" میں داخل ہے۔ ف۲ اکثر نے اس سے حنظل (اندرائن) مراد لیا ہے گو عموم لفظ میں ہر خراب درخت شامل ہو سکتا ہے۔ ف۳ یعنی جڑ کچھ نہ ہو، ذرا اشارہ سے اکھڑ جائے۔ گویا اُسکے بودے پن اور ناپائیداری کو ظاہر فرمایا، دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ مسلمانوں کا دعوائے توحید و ایمان پکا اور سچا ہے جسکے دلائل نہایت صاف و صحیح اور مضبوط ہیں، موافق فطرت ہونیکی وجہ سے اُسکی جڑیں قلوب کی پہنائیوں میں اُتر جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کی شاخیں آسمان قبول سے جا لگتی ہیں۔ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ (فاطر۔ رکوع ۲) اُسکے لطیف و شیریں ثمرات سے موحدین کے کام و دہن ہمیشہ لذت اندوز ہوتے ہیں۔ الغرض حق و صداقت اور توحید و معرفت کا سدابہار درخت روز بروز پھولتا پھلتا اور بڑی پائیداری کے ساتھ اونچا ہونا رہتا ہے اسکے برخلاف جھوٹی بات اور شرک و کفر کے دعوائے باطل کی جڑ بنیاد کچھ نہیں ہوتی۔ ہوا کے ایک جھٹکے میں اکھڑ کر جا پڑتا ہے۔ ناحق بات ثابت کرنے میں خواہ کتنے ہی زور لگائے جائیں، لیکن انسانی ضمیر اور فطرت کے مخالف ہونیکی وجہ سے اُسکی جڑیں دل کی گہرائی میں نہیں پہنچتیں۔ تھوڑا دھیان کرنے سے غلط معلوم ہونے لگتی ہے۔ اسی لئے مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے یعنی سچ کی طرح اپنے پاؤں نہیں چلتا۔ نہ اُس سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ نے صوفیاء کے طرز پر ان مثالوں کے بیان میں بہت اطناب سے کام لیا ہے۔ یہاں اُسکے نقل کی گنجائش نہیں۔

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ

لوگوں کے واسطے تاکہ وہ فکر کریں اور مثال گندی بات کی ف۱ جیسے درخت

خَبِیْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ یُثَبِّتُ

گندا ف۲ اکھاڑ لیا اس کو زمین کے اوپر سے کچھ نہیں اس کو ٹھہراؤ ف۳ مضبوط کرتا ہے

اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی

اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور

الْاٰخِرَةِ ۚ وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ ۙ وَیَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ﴿۲۷﴾ ع

آخرت میں ف۴ اور بچلا دیتا ہے اللہ بے انصافوں کو ف۵ اور کرتا ہے اللہ جو چاہے ف۶

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ

تو نے نہ دیکھا ان کو جنہوں نے بدلہ کیا اللہ کے احسان کا ناشکری اور اتارا اپنی قوم کو

دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۗ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ

تباہی کے گھر میں ف۷ جو دوزخ ہے داخل ہونگے اس میں اور وہ برا ٹھکانا ہے اور ٹھہرائے اللہ کیلئے

اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى

مقابل کہ بہکائیں لوگوں کو اس کی راہ سے ف۸ تو کہہ مزا اڑالو پھر تم کو لوٹنا ہے طرف

النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُنْفِقُوْا

آگ کی ف۹ کہہ دے میرے بندوں کو جو ایمان لائے ہیں قائم رکھیں نماز اور خرچ کریں

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ

ہماری دی ہوئی روزی میں سے پوشیدہ اور ظاہر ف۱۰ پہلے اس سے کہ آئے وہ دن جس میں نہ سودا

فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ

ہے نہ دوستی ف۱۱ اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین اور اتارا

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

آسمان سے پانی ف۱۲ پھر اس سے نکالی روزی تمہاری میوے ف۱۳ اور کام میں لگائے تمہارے

ف۴ یعنی حق تعالیٰ توحید و ایمان کی باتوں سے جن کی مضبوطی و پائیداری پچھلی مثال میں ظاہر کی گئی) مومنین کو دنیا و آخرت میں مضبوط و ثابت قدم رکھتا ہے رہی قبر کی منزل جو دنیا و آخرت کے درمیان برزخ ہے اس کو اِدھر یا اُدھر جس طرف چاہیں شمار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ سلف سے دونوں قسم کے اقوال منقول ہیں۔ غرض یہ ہے کہ مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمۂ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہینگے۔ دنیا میں کیسی ہی آفات و حوادث پیش آئیں، کتنا ہی سخت امتحان ہو، قبر میں نکیرین سے سوال و جواب ہو، محشر کا ہولناک منظر ہوش اُڑا دینے والا ہو ہر موقع پر یہی کلمۂ توحید اُن کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔

ف۵ بے انصافوں سے مراد یہاں کفار و مشرکین ہیں، وہ دنیا میں بھی بچلے اور اخیر تک بچلتے رہیں گے۔ کبھی حقیقی کامیابی کا رستہ ہاتھ نہ لگے گا۔

ف۶ یعنی اپنی حکمت کے موافق جیسا معاملہ جس کے ساتھ مناسب ہونا ہے کرتا ہے۔

ف۷ اس سے کفار و مشرکین کے سردار مراد ہیں، خصوصاً رؤسائے قریش جن کے ہاتھ میں اُس وقت عرب کی باگ تھی، یعنی حق تعالیٰ نے اُن پر کیسے احسان کئے، اُن کی ہدایت کے لئے پیغمبر علیہ السلام کو بھیجا، قرآن اُتارا، اپنے حرم اور بیت کا مجاور بنایا۔ عرب کی سرداری دی، انہوں نے ان نعمتوں اور احسانات کا بدلہ یہ کیا کہ خدا کی ناشکری پر کمر بستہ ہو گئے، اُسکی باتوں کو جھٹلایا، اُسکے پیغمبر سے لڑائی کی، آخر اپنی قوم کو لیکر تباہی کے گڑھے میں جا گرے۔

ف۸ یعنی خدا کے احسانات سے متاثر ہو کر منعم حقیقی کی شکر گذاری اور اطاعت شعاری میں لگتے، یہ تو نہ ہوا، اُلٹے بغاوت پر کمر بستہ ہو گئے، خدا کے مقابل دوسری چیزیں کھڑی کر دیں جن پر خدائی اختیارات تقسیم کئے اور عبادت جو خدائے واحد کا حق تھا، وہ مختلف عنوانوں سے اُنکے لئے ثابت کرنے لگے، تا اس سلسلہ میں اپنے ساتھ دوسروں کی راہ ماریں اور انہیں بہکا کر اپنے دامِ سیادت میں پھنسائے رکھیں۔

ف۹ یعنی بہتر ہے۔ بیوقوفوں کو جال میں پھنسا کر چند روز جی خوش کر لو اور دنیا کے مزے اڑا لو، مگر تابکے آخر دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنا ہے۔ کیونکہ اس مزے اُڑانے کا یہی نتیجہ ہو گا۔ گویا یہ جملہ ایسا ہوا جیسے ایک طبیب کسی بد پرہیز مریض کو خفا ہو کر کہے "كُلْ مَا تُرِیْدُ فَاِنَّ مَصِیْرَكَ اِلَى الْمَوْتِ"، جو تیرا جی چاہے کھا کیونکہ ایک دن یہ مرض تیری جان لے کر رہیگا۔

ف۱۰ کفار کے احوال ذکر کرنے کے بعد مومنین مخلصین کو متنبہ فرماتے ہیں کہ وہ پوری طرح بیدار رہیں، وظائف عبودیت میں ذرا فرق نہ آنے دیں، دل و جان سے خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کریں کہ وہ بھی بہترین عبادت ہے۔ نمازوں کو اُنکے حقوق و حدود کی رعایت کے ساتھ خشوع و خضوع سے ادا کرتے رہیں۔ خدا نے جو کچھ دیا ہے اُس کا ایک حصہ خفیہ یا علانیہ مستحقین پر خرچ کریں۔ غرض کفار جو شرک اور کفران نعمت پر تلے ہوئے ہیں اُنکے بالمقابل مومنین کو جان و مال سے حق تعالیٰ کی طاعت و شکر گذاری میں مستعدی دکھلانا چاہئے۔ ف۱۱ یعنی نماز اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ نیکیاں اُس دن کام آئینگی، بیع و شراء یا محض دوستانہ تعلقات سے کام نہ نکلے گا یعنی نہ وہاں نیک عمل کہیں سے خرید کر لا سکوگے نہ کوئی ایسا دوست بیٹھا ہے جو بدون ایمان و عمل صالح کے محض دوستانہ تعلقات کی بناء پر نجات کی ذمہ داری کر لے (ربط) پہلے کفار کی ناشکری کا ذکر تھا، پھر مومنین کو مراسم طاعت کی اقامت کا حکم دیکر شکر گذاری کی طرف ابھارا۔ آگے چند عظیم الشان نعمائے الٰہیہ کا ذکر فرماتے ہیں جو ہر مومن و کافر کے حق میں عام ہیں، تا انہیں سُن کر مومنین کو شکر گذاری کی مزید ترغیب ہو اور کفار بھی غور کریں تو اپنے دل میں شرمائیں کہ وہ کیسے بڑے منعم و محسن شہنشاہ سے بغاوت کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں خدا تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت کے دلائل بھی بیان ہو گئے۔ ممکن ہے انہیں سُن کر کوئی عاقل منصف شرکیات سے باز آجائے، یا عظمت و جبروت کے نشانات میں غور کر کے اُسکی گرفت اور سزا سے ڈر جائے۔ ف۱۲ یعنی آسمان کی طرف سے پانی اتارا، یا یہ مطلب ہو کہ بارش کے آنے میں بخارات وغیرہ ظاہری اسباب کے علاوہ غیر مرئی سماوی اسباب کو بھی دخل ہے۔ دیکھو آفتاب کی شعاعیں تمام اشیاء کی طرح آتشیں شیشہ پر بھی پڑتی ہیں لیکن وہ اپنی مخصوص ساخت اور استعداد کی بدولت انہی شعاعوں سے غیر مرئی طور پر اس درجہ حرارت کا استفادہ کرتا ہے جو دوسری چیزیں نہیں کرتیں۔ چاند سمندر سے کتنی دور ہے، مگر اُس کے گھٹنے بڑھنے سے سمندر کے

بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۳ - پانی میں جزو مدبر پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر بادل بھی کسی سماوی خزانہ سے غیر محسوس طریقہ پر مستفید ہوتا ہو تو انکار کی کونسی وجہ ہے۔ **ف۱۳** یعنی حق تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت و حکمت سے پانی میں ایک قوت رکھی جو درختوں اور کھیتوں کے نشوونما اور بار آور ہونے کا سبب بنتی ہے۔ اسی کے ذریعہ سے پھل اور میوے ہمیں کھانے کو ملتے ہیں۔

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ یعنی سمندر کی خوفناک لہروں میں ذرا سی کشتی پر سوار ہو کر کہاں سے کہاں پہنچتے ہو اور کس قدر تجارتی یا غیر تجارتی فوائد حاصل کرتے ہو، یہ خدا ہی کی قدرت اور حکم سے ہے کہ سمندر کے تھپیڑوں میں ذرا سی ڈونگی کو ہم جدھر چاہیں لئے پھرتے ہیں۔ **ف۲** یعنی ندیوں میں پانی کا آنا اور کہیں سے کہیں پہنچنا گو کشتی کی طرح تمہارے کہنے میں نہیں، تاہم تمہارے کام میں وہ بھی لگی ہوئی ہیں۔ اسی طرح چاند سورج جو ایک معین انتظام اور ضابطہ کے موافق برابر چل رہے ہیں، کبھی تھکتے نہیں نہ رفتار میں فرق پڑتا ہے۔ یا رات اور دن ایک دوسرے کے پیچھے ٹھہری ہوئی عادت کے موافق ہمیشہ چلے آتے ہیں یہ سب چیزیں گو اس معنی سے تمہارے قبضہ میں نہیں کہ تم جب چاہو اور جدھر چاہو ان کی قدرتی حرکت و تاثیر کو پھیر دو تاہم تم بہت سے تصرفات و تدابیر کر کے اُن کے اثرات سے بیشمار فوائد حاصل کرتے ہو اور انسانی تصرف و تدبیر سے قطع نظر کر کے بھی وہ قدرتی طور پر ہر وقت تمہاری کسی نہ کسی خدمت میں لگے ہوتے ہیں، تم سوتے ہو، وہ تمہارا کام کرتے ہیں، تم چین سے بیٹھے ہو، وہ تمہارے لئے سرگرداں ہیں۔

الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ﴿٣٢﴾ وَسَخَّرَ

کشتی کو کہ چلے دریا میں اس کے حکم سے ف۱ اور کام میں لگایا تمہارے ندیوں کو اور کام میں لگا دیا

لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿٣٣﴾ وَ

تمہارے سورج اور چاند کو ایک دستور پر برابر اور کام میں لگا دیا تمہارے رات اور دن کو ف۲ اور

آتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ

دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی ف۳ اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو ف۴

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ

بیشک آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکر ف۵ اور جس وقت کہا ابراہیم نے ف۶ اے رب کر دے

هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾

اس شہر کو امن والا اور دور رکھ مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم پوجیں مورتوں کو ف۷

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ ۖ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ

اے رب انہوں نے گمراہ کیا بہت لوگوں کو ف۸ سو جس نے پیروی کی میری سو وہ تو

مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٦﴾ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ

میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان ہے ف۹ اے رب میں نے بسایا ہے

مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا

اپنی ایک اولاد کو میدان میں کہ جہاں کھیتی نہیں تیرے محترم گھر کے پاس اے رب ہمارے

لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ

تاکہ قائم رکھیں نماز کو سو رکھ بعضے لوگوں کے دل کہ مائل ہوں ان کی طرف

وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ

اور روزی دے انکو میووں سے شاید وہ شکر کریں ف۱۰ اے رب ہمارے تو تو جانتا ہے

مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَ

جو کچھ ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کچھ کرتے ہیں دکھا کر اور مخفی نہیں اللہ پر کوئی چیز زمین میں

ف۳ یعنی جو چیزیں تم نے زبان قال یا حال سے طلب کیں، اُن میں سے ہر چیز کا جس قدر حصہ حکمت و مصلحت کے موافق تھا مجموعی طور پر تم سب کو دیا۔

ف۴ یعنی خدا کی نعمتیں اتنی بیشمار بلکہ غیر متناہی ہیں کہ اگر تم سب ملکر اجمالاً ہی گنتی شروع کرو تو تھک کر اور عاجز ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس موقع پر امام رازیؒ نے نعمائے الٰہیہ کا بیشمار ہونا، اور علامہ ابوالسعود نے اُن کا غیر متناہی ہونا درالبسط سے بیان فرمایا ہے اور صاحب روح المعانی نے اُن کے بیانات پر مفید اضافہ کیا۔ یہاں اس قدر تطویل کی گنجائش نہیں

ف۵ یعنی جنس انسان میں بہتیرے بے انصاف اور ناسپاس ہیں، جو اتنے بیشمار احسانات دیکھ کر بھی منعم حقیقی کا حق نہیں پہچانتے۔

ف۶ روسائے قریش جن کی ناشکر گذاری اور شرک و کفر کا بیان اُوپر اَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ الخ میں ہوا تھا، انہیں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر متنبہ کرتے ہیں کہ تم جن کی اولاد میں ہونیکی وجہ سے کعبۃ اللہ اور حرم شریف کے مجاور بنے بیٹھے ہو، انہوں نے اس کعبہ کی بنیاد خالص توحید پر رکھی تھی، اُن ہی کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے یہ شہر (مکہ) آباد کیا اور پتھریلے ریگستان میں ظاہری و باطنی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیے۔ وہ دنیا سے یہ ہی دعائیں اور وصیتیں کرتے ہوئے رخصت ہوئے کہ اُن کی اولاد شرک کا طریقہ اختیار نہ کرے۔ اب تمکو سوچنا اور شرمانا چاہیئے کہ کہاں تک اُن کی وصایا کا پاس کیا یا اُن کی دعا سے حصہ پایا اور کس حد تک خدا تعالیٰ کے احسانات پر شکر گذار رہے ہو۔

ف۷ یعنی مکہ کو "حرم آمن" بنا دے (چنانچہ خدا نے بنا دیا) نیز مجھ کو اور میری اولاد کو ہمیشہ بُت پرستی سے دُور رکھ۔ غالباً یہاں "اولاد" سے خاص صلبی اولاد مُراد ہے۔ سو آپ کی صلبی اولاد میں یہ مرض نہیں آیا اور اگر عام ذریت مُراد ہو تو کہا جائیگا کہ دعا بعض کے حق میں قبول نہیں ہوئی۔ باوجودیکہ حضرت ابراہیم معصوم پیغمبر تھے، مگر یہ دعا کا ادب ہے کہ دوسروں سے پہلے آدمی اپنے لئے دعا کرے۔ اس قسم کی دعائیں جو انبیاء سے منقول ہوں اُن میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ پیغمبروں کی عصمت بھی خود اُن کی پیدا کی ہوئی نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی حفاظت و صیانت سے ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ اُسی کی طرف التجا کرتے ہیں جو اُن کی عصمت کا ضامن و کفیل ہوا ہے۔ (تنبیہ) حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعائیں مکہ کی آبادی اور تعمیر کعبہ کے بعد کی ہیں۔ سورۂ بقرہ میں اوّل پارہ کے ختم پر جس دعا کا ذکر ہے وہ البتہ بنائے کعبہ کے وقت حضرت اسمٰعیلؑ کی معیت میں ہوئی۔ یہ دعائیں اُسکے بہت زمانہ بعد پیرانہ سالی میں کی گئیں۔

ف۸ یعنی یہ پتھر کی مورتیاں بہت آدمیوں کی گمراہی کا سبب ہوئیں۔ **ف۹** یعنی جس نے توحید خالص کا راستہ اختیار کیا اور میری بات مانی وہ میری جماعت میں شامل ہے۔ جس نے کہنا نہ مانا اور ہمارے راستہ سے علیحدہ ہو گیا تو آپ اپنی بخشش اور مہربانی سے اسکو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں۔ آپ کی مہربانی ہو تو وہ ایمان لا کر اپنے کو رحمت خصوصی اور نجات ابدی کا مستحق بنا سکتا ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ آپ کو قدرت ہے اسے بھی بحالت موجودہ بخش دیں گو آپ کی حکمت سے اسکا وقوع نہ ہو۔ (تنبیہ) سورۂ مائدہ کے آخر میں ہم نے حضرت خلیلؑ کے اس قول اور مسیح علیہ السلام کے مقولے میں فرق بیان کیا ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔ **ف۱۰** یعنی اسمٰعیل علیہ السلام کو۔ کیونکہ دوسری اولاد حضرت اسحٰق وغیرہ "شام" میں تھے خدا تعالیٰ کے حکم سے آپ حضرت اسمٰعیل کو بحالت شیر خوارگی اور انکی والدہ ہاجرہ کو یہاں چٹیل میدان میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بعدہٗ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں پہنچے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی تشنگی اور ہاجرہ کی بیتابی کو دیکھ کر فرشتے کے ذریعہ سے وہاں "زمزم" کا چشمہ جاری کر دیا۔ جرہم کے خانہ بدوش لوگ پانی دیکھ کر اتر پڑے اور ہاجرہ کی اجازت سے وہیں بسنے لگے اسمٰعیل علیہ السلام جب بڑے ہوئے تو اسی قبیلہ میں انکی شادی ہوئی۔ اس طرح جہاں آج مکہ ہے ایک بستی آباد ہو گئی۔ حضرت ابراہیم گاہ بگاہ ملک شام سے تشریف لایا کرتے تھے۔ اور اس شہر اور شہر کے باشندوں کے لئے دعا فرماتے، کہ خداوندا! میں نے اپنی ایک اولاد کو اس بنجر اور چٹیل آبادی میں تیرے حکم سے تیرے معظم و محترم گھر کے پاس لا کر بسایا ہے تا یہ اور اسکی نسل تیرا اور تیرے گھر کا حق ادا کریں تو اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل ادھر

(بقیہ صفحہ ۳۴۵)

(بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۴) متوجہ کر دے کہ وہ یہاں آئیں جس سے تیری عبادت ہو اور شہر کی رونق بڑھے، نیز اُنکی روزی اور دلجمعی کیلئے غیب سے ایسا سامان فرما دے کہ (غلہ اور پانی جو ضروریات زندگی ہیں ان سے گذر کر) عمدہ میوے اور پھلوں کی یہاں افراط ہو جائے تاکہ یہ لوگ اطمینان قلب کے ساتھ تیری عبادت اور شکر گذاری میں لگے رہیں حق تعالیٰ نے یہ سب دعائیں قبول فرمائیں۔ آج تک ہر سال ہزاروں لاکھوں آدمی مشرق و مغرب سے کھنچ کھنچ کر وہاں جاتے ہیں اعلیٰ قسم کے میوے اور پھلوں کی مکہ میں وہ افراط ہے جو شاید دنیا کے کسی حصہ میں نہ ہو۔ حالانکہ خود مکہ میں ایک بھی ثمر دار درخت موجود نہ ہوگا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں "اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ" (کچھ آدمیوں کے دل) کہا تھا، ورنہ سارا جہان ٹوٹ پڑتا۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی زمین و آسمان کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں۔ پھر ہمارا ظاہر و باطن کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ یہ جو فرمایا "جو ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کرتے ہیں دکھا کر" اس میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں، لیکن تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔ الفاظ عام ہیں جو سب کھلی چھپی چیزوں کو شامل ہیں حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ظاہر میں دعاء کی سب اولاد کے واسطے اور دل میں دعاء منظور تھی پیغمبر آخر الزمان کی۔ ف۲ یعنی بڑھاپے میں اسحٰقؑ سارہ کے اور اسمٰعیلؑ ہاجرہ کے بطن سے غیر متوقع طور پر عنایت کئے۔ جیسے آپ نے اولاد کے متعلق میری دعاء "رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ" سنی، یہ دعائیں بھی قبول فرمائیے۔

لَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ وَہَبَ لِیۡ عَلَی الۡکِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ
نہ آسمان میں ف۱ شکر ہے اللہ کا جس نے بخشا مجھ کو اتنی بڑی عمر میں اسمٰعیل اور
اِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ
اسحٰق بیشک میرا رب سنتا ہے دعاء کو ف۲ اے رب میرے کر مجھ کو کہ قائم رکھوں نماز
وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ
اور میری اولاد میں سے بھی اے رب میرے ف۳ اور قبول کر میری دعاء ف۴ اے ہمارے رب بخش مجھ کو اور میرے ماں باپ کو
وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾ وَ لَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا
اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب ف۵ اور ہرگز مت خیال کر کہ اللہ بے خبر ہے
عَمَّا یَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُہُمۡ لِیَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِیۡہِ
ان کاموں سے جو کرتے ہیں بے انصاف ف۶ انکو تو ڈھیل دے رکھی ہے اس دن کے لئے کہ پتھرا جائیں گی
الۡاَبۡصَارُ ﴿ۙ۴۲﴾ مُہۡطِعِیۡنَ مُقۡنِعِیۡ رُءُوۡسِہِمۡ لَا یَرۡتَدُّ اِلَیۡہِمۡ
آنکھیں ف۷ دوڑتے ہونگے اوپر اٹھائے اپنے سر پھر کر نہیں آئیں گی ان کی طرف
طَرۡفُہُمۡ ۚ وَ اَفۡـِٕدَتُہُمۡ ہَوَآءٌ ﴿ؕ۴۳﴾ وَ اَنۡذِرِ النَّاسَ یَوۡمَ یَاۡتِیۡہِمُ
انکی آنکھیں اور دل ان کے اڑ گئے ہونگے ف۸ اور ڈرا دے لوگوں کو اس دن سے کہ آئے گا ان پر
الۡعَذَابُ فَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ۙ
عذاب ف۹ تب کہیں گے ظالم اے رب ہمارے مہلت دے ہم کو تھوڑی مدت تک
نُّجِبۡ دَعۡوَتَکَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَ لَمۡ تَکُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا
کہ ہم قبول کرلیں تیرے بلانے کو اور پیروی کریں رسولوں کی ف۱۰ کیا تم پہلے قسم نہ کھاتے تھے کہ
لَکُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ ﴿ۙ۴۴﴾ وَّ سَکَنۡتُمۡ فِیۡ مَسٰکِنِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ
تم کو نہیں دنیا سے ٹلنا ف۱۱ اور آباد تھے تم بستیوں میں انہی لوگوں کی جنہوں نے ظلم کیا اپنی جان پر
وَ تَبَیَّنَ لَکُمۡ کَیۡفَ فَعَلۡنَا بِہِمۡ وَ ضَرَبۡنَا لَکُمُ الۡاَمۡثَالَ ﴿۴۵﴾ وَ قَدۡ
اور کھل چکا تھا تم کو کہ کیسا کیا ہم نے ان سے اور بتلائے ہم نے تم کو سب قصے ف۱۲ اور

ف۳ یعنی میری ذریت میں ایسے لوگ ہوتے رہیں جو نمازوں کو ٹھیک طور پر قائم رکھیں۔

ف۴ یعنی میری سب دعائیں قبول فرمائیے۔

ف۵ یہ دعاء غالباً اپنے والد کے حالت کفر پر مرنے کی خبر موصول ہونے سے پہلے کی۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ اسے اسلام کی ہدایت کرکے قیامت کے دن مغفرت کا مستحق بنا دے۔ اور اگر مرنے کی خبر ملنے کے بعد دعاء کی ہے تو شاید اس وقت تک خدا تعالیٰ نے آپ کو مطلع نہیں کیا ہوگا کہ کافر کی مغفرت نہیں ہوگی۔ عقلاً کافر کی مغفرت محال نہیں، سمعاً ممتنع ہے۔ سو اس کا علم سمع پر موقوف ہوگا اور قبل از سمع امکان عقلی معتبر رہے گا۔ بعض شیعہ نے یہ لکھا ہے کہ قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو جو کافر کہا گیا ہے وہ انکے حقیقی باپ نہ تھے بلکہ چچا وغیرہ کوئی دوسرے خاندان کے بڑے تھے۔ واللہ اعلم۔

ف۶ ایک رکوع پہلے بہت سے نعمائے عظیمہ کا ذکر کرکے فرمایا تھا "اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ کَفَّارٌ" (انسان بڑا ظالم اور ناشکر گذار ہے) بعدہ حضرت ابراہیمؑ کا قصہ سنا کر کفار مکہ کو بعض خصوصی نعمتیں یاد دلائیں۔ اور انکے ظلم و شرک کی طرف اشارہ کیا۔ اس رکوع میں متنبہ فرماتے ہیں کہ اگر ظالموں کو سزا ملنے میں کچھ دیر ہو تو یہ مت سمجھو کہ خدا انکی حرکات سے بے خبر ہے، یاد رکھو ان کا کوئی چھوٹا بڑا کام خدا سے پوشیدہ نہیں۔ البتہ اس کی عادت نہیں ہے کہ مجرم کو فوراً پکڑ کر تباہ کر دے۔ وہ بڑے سے بڑے ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ یا اپنے جرائم سے باز آجائے یا ارتکاب جرائم میں اس حد تک پہنچ جائے کہ قانونی حیثیت سے اسکے مستحق سزا ہونے میں کسی طرح کا خفا باقی نہ رہے۔ (تنبیہ) "لَا تَحۡسَبَنَّ" کا خطاب ہر اس شخص کو ہے جسے ایسا خیال گذر سکتا ہو، اور اگر حضورؐ کو خطاب ہے تو آپ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہوگا۔ کہ جب حضورؐ کو فرمایا کہ ایسا خیال مت کرو۔ حالانکہ ایسا خیال آپ کے قریب بھی نہ آسکتا تھا۔ تو دوسروں کے حق میں اس طرح کا خیال کس قدر واجب الاحتراز ہونا چاہئے۔

ف۷ یعنی قیامت کے دن ہول اور دہشت سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

ف۸ یعنی محشر میں سخت پریشانی اور خوف و حیرت سے اوپر کو سر اٹھائے ٹکٹکی باندھے گھبرائے ہوئے چلے آئیں گے۔ جدھر نظر اٹھ گئی ادھر سے ہٹے گی نہیں، ہکا بکا ہو کر ایک طرف دیکھتے ہونگے۔ ذرا پلک بھی نہ جھپکے گی۔ دلوں کا حال یہ ہوگا کہ عقل و فہم اور بہتری کی توقع سے یکسر خالی اور فرط دہشت و خوف سے اڑے جاتے ہونگے۔ غرض ظالموں کے لئے وہ سخت حسرتناک وقت ہوگا۔ رہے مومنین قانتین، سو ان کے حق میں دوسری جگہ آچکا ہے "لَا یَحۡزُنُہُمُ الۡفَزَعُ الۡاَکۡبَرُ وَ تَتَلَقّٰہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ" (الانبیاء رکوع ۷) ف۹ یا تو قیامت کا دن اور عذاب اخروی مراد ہے یا موت کا وقت اور اسکے سکرات و قبض روح کی شدت یا دنیوی عذاب سے ہلاک ہونے کا دن ارادہ کیا جائے۔ ف۱۰ اگر یہ کہنا دنیا میں عذاب یا موت کی شدت دیکھ کر ہو تب تو مطلب ظاہر ہے کہ ابھی چند روز کی ہم کو اور مہلت دیجئے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ اپنا رویہ درست کرلیں گے یعنی حق کی دعوت کو قبول کرکے انبیاء کی پیروی اختیار کرینگے کما قال تعالیٰ "حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَہُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ لَعَلِّیۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا" (المومنون رکوع ۶) اور اگر ان کا یہ مقولہ قیامت کے دن ہوگا تب مہلت طلب کرنے کے معنی یہ ہونگے کہ ہمکو دوبارہ تھوڑی مدت کے لئے دنیا میں بھیج دیجئے، پھر دیکھئے ہم کیسی وفاداری دکھلاتے ہیں، کما قال تعالیٰ "وَ لَوۡ تَرٰۤی اِذِ الۡمُجۡرِمُوۡنَ نَاکِسُوۡا رُءُوۡسِہِمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ رَبَّنَاۤ اَبۡصَرۡنَا وَ سَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا" (السجدہ رکوع ۲) ف۱۱ یعنی تم وہی تو ہو جنمیں کے بعض مغرور و بے باک زبان قال سے اور اکثر زبان حال سے قسمیں کھاتے تھے کہ ہماری شان و شکوہ کو کبھی زوال نہیں، نہ کبھی مر کر خدا کے پاس جانا ہے۔ "وَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ ۙ لَا یَبۡعَثُ اللّٰہُ مَنۡ یَّمُوۡتُ" (نحل رکوع ۵) یہ ان کے جواب میں خدا کی طرف سے کہا جائیگا۔ ف۱۲ یعنی تمہارے پچھلے ان ہی بستیوں میں یا ان کے آس پاس آباد ہوئے، جہاں اگلے ظالم سکونت رکھتے تھے۔ اور ان ہی کی عادات و اطوار اختیار کیں، حالانکہ تاریخی روایات اور متواتر خبروں سے ان پر روشن ہو چکا تھا (بقیہ صفحہ ۳۴۶)

(بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۵) کہ ہم اگلے ظالموں کو کیسی کچھ سزائیں دے چکے ہیں اور ہم نے امم ماضیہ کے یہ قصے کتب سماویہ میں درج کر کے انبیاء علیہم السلام کی زبانی ان کو آگاہ بھی کر دیا تھا، مگر انہیں ذرہ بھر عبرت نہ ہوئی۔ اسی سرکشی، عناد اور عداوتِ حق پر اڑے رہے۔ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ (القمر رکوع ۱)

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی سب اگلے پچھلے ظالم اپنے اپنے داؤ کھیل چکے ہیں۔ انبیاء کے مقابلہ میں حق کو دبانے اور مٹانے کی کوئی تدبیر اور سازش انہوں نے اٹھا نہیں رکھی۔ انکی سب تدبیریں اور داؤ گھات خدا کے سامنے ہیں اور ایک ایک کر کے محفوظ ہیں۔ وہی ان کا بدلہ دینے والا ہے۔

مکروا مکرهم وعند الله مکرهم وان کان مکرهم
یہ بنا چکے ہیں اپنا داؤ اور اللہ کے آگے ہے ان کا داؤ ف۱ اور نہ ہوگا ان کا داؤ
لتزول منه الجبال ۝۴۶ فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله
کہ ٹل جائیں اس سے پہاڑ ف۲ سو خیال مت کر کہ اللہ خلاف کریگا اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے ف۳
ان الله عزیز ذو انتقام ۝۴۷ یوم تبدل الارض غیر الارض
بیشک اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا ف۴ جس دن بدلی جائے اس زمین سے اور زمین
والسموت وبرزوا لله الواحد القهار ۝۴۸ وتری المجرمین
اور بدلے جائیں آسمان اور لوگ نکل کھڑے ہوں سامنے اللہ اکیلے زبردست کے ف۵ اور دیکھے تو گنہگاروں کو
یومئذ مقرنین فی الاصفاد ۝۴۹ سرابیلهم من قطران و
اس دن باہم جکڑے ہوئے زنجیروں میں ف۶ کرتے ان کے ہیں گندھک کے ف۷ اور
تغشی وجوههم النار ۝۵۰ لیجزی الله کل نفس ما کسبت ان
ڈھانکے لیتی ہے انکے منہ کو آگ ف۸ تاکہ بدلہ دے اللہ ہر ایک جی کو اس کی کمائی کا بیشک
الله سریع الحساب ۝۵۱ هذا بلغ للناس ولینذروا به ولیعلموا
اللہ جلد کرنے والا ہے حساب ف۹ یہ خبر پہنچا دینی ہے لوگوں کو اور تاکہ چونک جائیں اس سے اور تاکہ جان لیں
انما هو اله واحد ولیذکر اولوا الالباب ۝۵۲
کہ معبود وہی ہے ایک ہے اور تاکہ سوچ لیں عقل والے ف۱۰

سورة الحجر مکیة وهی تسع وتسعون ایة وست رکوعات
سورۂ حجر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ننانوے آیتیں ہیں اور چھ رکوع ہیں

بسم الله الرحمن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الر تلک ایت الکتب وقران مبین ۝۱
یہ آیتیں ہیں کتاب کی ف۱۱ اور واضح قرآن کی ف۱۲

ف۲ یعنی انہوں نے بہتیرے داؤ کر کے دیکھ لئے۔ مگر خدا کی حفاظت کے آگے سب ناکام رہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی مکاریاں پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ٹلا دیں یعنی انبیاء علیہم السلام اور شرائع حقہ جو پہاڑوں سے زیادہ مضبوط و مستقیم ہوتے ہیں ان کی مکاریوں سے ڈگمگا جائیں؟ حاشا و کلا۔ اس تفسیر کے موافق "وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ" میں "اِنْ" نافیہ ہوگا، اور آیت کا مضمون "وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا، اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا" (بنی اسرائیل رکوع ۴) کے مشابہ ہوگا۔ بعض مفسرین نے "اِن" شرطیہ اور واؤ وصلیہ لے کر آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے داؤ چلے جو حفاظت الٰہی کے سامنے ہیچ ثابت ہوئے۔ اگرچہ ان کے داؤ فی حد ذاتہ ایسے زبردست تھے جو ایک مرتبہ پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا ڈالیں۔

ف۳ یعنی وہ وعدہ جو "اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا" اور "كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ" وغیرہ آیات میں کیا گیا ہے۔

ف۴ نہ مجرم اس سے چھوٹ کر بھاگ سکتا ہے نہ وہ خود ایسے مجرموں کو سزا دیے بدون چھوڑ سکتا ہے۔

ف۵ قیامت کو یہ زمین و آسمان بہیأت موجودہ باقی نہ رہیں گے، یا تو ان کی ذوات ہی بدل دی جائیں گی یا صرف صفات میں تغیر ہوگا اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شاید متعدد مرتبہ تبدیل و تغیر کی نوبت آئیگی۔ واللہ اعلم۔ سامنے کھڑے ہونے کا مطلب "وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا" کے تحت میں گذر چکا ہے۔

ف۶ یعنی ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم اکٹھے زنجیروں میں باندھے جائینگے کما قال تعالیٰ "اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ" (صافات رکوع ۲) وقال تعالیٰ "وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ" (تکویر رکوع ۱)

ف۷ جس میں آگ بہت جلد اور تیزی سے اثر کرتی ہے اور سخت بدبو ہوتی ہے پھر جیسی جہنم کی آگ ویسی ہی وہاں کی گندھک سمجھ لیجئے۔

ف۸ چہرہ چونکہ حواس و مشاعر کا محل اور انسان کے ظاہری اعضاء میں سب سے اشرف عضو ہے اس لئے اسکو خصوصیت سے ذکر فرمایا جیسے دوسری جگہ "تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ" میں قلب کا ذکر کیا ہے۔

ف۹ یعنی جس بات کا پیش آنا بالکل یقینی ہے، اسے دور مت سمجھو کما قال تعالیٰ "اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ" (الانبیاء رکوع ۱) یا یہ مطلب ہے کہ جس وقت حساب ہوگا کچھ دیر نہ لگے گی۔ تمام اولین و آخرین، جن و انس کے ذرہ ذرہ عمل کا حساب بہت جلد ہو جائے گا۔ کیونکہ نہ خدا پر کوئی چیز مخفی ہے نہ اس کو ایک شان دوسری شان سے مشغول کرتی ہے۔ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمٰن رکوع ۳)

ف۱۰ یعنی خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اور خدا سے ڈر کر اس کی آیات میں غور کریں جس سے اسکی وحدانیت کا یقین حاصل ہو اور عقل و فکر سے کام لیکر نصیحت پر کاربند ہوں۔

تم سورة ابراہیم علیہ السلام و للہ الحمد والمنة۔

ف۱۱ یعنی یہ اس جامع و عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں جس کے مقابلہ میں کوئی دوسری کتاب "کتاب" کہلانے کی مستحق نہیں۔ ف۱۲ اور اس قرآن کی آیتیں ہیں جس کے اصول نہایت صاف، دلائل روشن، احکام معقول، وجوہ اعجاز واضح اور بیانات شگفتہ اور فیصلہ کن ہیں۔ لہٰذا آگے جو کچھ بیان کیا جانے والا ہے مخاطبین کو پوری توجہ سے سننا چاہئے۔